WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف سُورۃ الانعام

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اِس سُورۃ پاک کا نام الانعام ہے۔ اِس کی آیتوں کی تعداد ایک سو پینسٹھ ۱۶۵ اور رکُوعوں کی تعداد بیس ۲۰ ہے کیونکہ اس میں انعام (مویشیوں) کی حِلّت وحُرمت کے متعلّق کفّار کے خیالاتِ فاسدہ کی تردید کی گئی ہے۔ اِس لیے سُورۃ کا نام الانعام رکھا گیا۔ اس کے کلمات کی تعداد تین ہزار ایک سو اور حرُوف بارہ ہزار نو سو پینتیس ہیں۔

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ سے بسندِ صحیح ثابت ہے کہ یہ سُورۃ باستثناء چند آیات بیک وقت مکّہ مکرّمہ میں نازل ہُوئی۔

اِس کے سالِ نزُول کا تعیّن مشکل ہے لیکن مختلف قرائن اور شواہد کے پیشِ نظر بعض محقّقین کا یہ خیال ہے کہ حضُور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مکّی زندگی کے آخری حصّہ میں ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے یہ سُورت نازل ہوئی مدینہ طیّبہ میں اسلام کو یہودیّت اور عیسائیت سے واسطہ پڑا تھا۔ اِس لیے مدنی سُورتوں میں ان کے عقائد کی تردید ان کے اطوار کا محاسبہ اور ان کی اِصلاح پر زیادہ توجّہ دی گئی لیکن مکّہ کا ماحول بالکل انوکھا تھا۔ یہاں کے لوگ نظریاتی اور اعتقادی لحاظ سے یکسر جُدا تھے۔ یہاں کی زندگی کی مشکلات اور مسائل نرالی قسم کے تھے۔ اِن حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی پر جو وحی نازل ہوئی اس میں اُنھیں مشکلات کا حل اور انھیں مسائل کا جواب پیش کیا گیا ہے۔ اِس لیے اِس سورۃ کریمہ کے مطالعہ سے پہلے اِس سورۃ کریمہ کی مندرجہ ذیل خصُوصیات کا ذہن نشین کر لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

۱۔ مکّہ کی تقریباً تمام تر آبادی مُشرک اور بُت پرست تھی۔ اِن پتھر کے بُتوں اور مٹی کی مُورتیوں کے متعلّق ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وُہ بھی اِلٰہ (خدا) ہیں۔ اس بے سروپا بات کے اظہار میں انھیں ذرا تامّل نہ تھا۔ بلکہ جب حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے انھیں بتایا کہ یہ بے جان اور بے زبان مجسّمے خدا نہیں۔ خدا تو وُہ ذاتِ والاصفات ہے جو زمین و آسمان کا خالق ہے۔ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے علم سے کائنات کا کوئی ذرّہ بھی مخفی نہیں۔ تاریک غار میں اندھیری رات میں ننھی سی چیونٹی کے رینگنے کی آواز کو بھی سُنتا ہے۔ تو یہ سُن کر وُہ حیران و ششدر رہ گئے اور مارے حیرت کے کہہ اُٹھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۔ یہ تو بڑی عجیب و

غریب بات ہے۔ جب وُہ ان کو خُدا مانتے تھے تو ان کی عبادت بھی کیا کرتے تھے۔ خُدا سمجھتے ہُوئے اپنی مشکلات اَور تکالیف میں انھیں کی طرف رجُوع بھی کیا کرتے۔ اپنی ضرُوریات اَور حاجات کے لیے انھیں کے سامنے دستِ سوال بھی دراز کیا کرتے۔ وُہی ان کے بینہ برسانے والے، وُہی ان کو صحت دینے والے، وُہی اُن کو دُشمنوں پر غالب کرنے والے تھے۔ اس سُورۃ پاک میں ان کے اس مُشرکانہ عقیدہ کی تردید کی گئی ہے انھیں بتایا گیا کہ پتھر کے یہ بُت جو شکل وصُورت میں کسی سنگ تراش کے مرہُونِ منّت ہیں وُہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ خُدا تو وُہ ذات ہے جس نے کُنْ (ہو جا) فرمایا تو یہ عالمِ رنگ وبُو اپنی تمام دلآویزیوں اور عظمتوں کے ساتھ موجُود ہو گیا جس کا علم اتنا ہمہ گیر ہے کہ ظاہر و باطن سب اس پر عیاں ہے۔ جس کے اختیارات غیر محدُود ہیں۔ وُہ جو چاہے، جتنا چاہے، جسے چاہے عطا فرمادے کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ اَور جو چاہے جس وقت چاہے جس سے چاہے چھین لے کوئی دم نہیں مار سکتا۔ ساری کائنات نوری و ناری، آبی اور خاکی سب کی سب بلا استثناء اپنے وجُود، اپنی بقا، اپنی نشو ونما، اپنے تمام شئوونِ حیات میں ہر لحظہ، ہر لمحہ اس کی نظرِ رحمت کی محتاج ہے اَور اسے کسی کی حاجت نہیں۔ اس طرح اس سُورۃ میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ کمال کا ذکر کر کے ان کے مشرکانہ عقیدہ کی بے سروپائی کو طشت ازبام کر دیا اور اس کی بُنیادوں کو اس طرح لرزا دیا کہ اگر بے جا ضد، بانئِ اسلام سے بلا وجہ حسد اور عناد کے جذبات اس عمارت کو کچھ وقت تک سہارا نہ دیتے رہتے تو وُہ اُسی وقت پیوندِ خاک ہو جاتی۔

۲۔ **دلائلِ توحید**۔ قرآن اپنے پڑھنے اَور سُننے والے کو فلسفہ کی بھُول بھلیّوں میں حواس باختہ اور اس کی ثقیل اور غیر مانوس اصطلاحوں سے مرعُوب نہیں کرتا بلکہ کائنات کی اس کھُلی ہُوئی کتاب میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔ یہ سُورج، یہ چاند کس کی کبریائی کے شاہکار ہیں۔ زمین کی سطح پر لہلہاتے ہُوئے شاداب کھیت، رنگارنگ پھُول، قسم قسم کے پھل کس کی قدرت کی شہادت دے رہے ہیں۔ یہ گھنگھور گھٹائیں اَور ان سے ٹپکنے والے حیات بخش قطرے کس کی رحمت کا مظہر ہیں؟ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کے۔ کون انکار کر سکتا ہے ان حقائق کا۔ یہی وُہ نورِ تاباں تھا جس کی تجلّیوں کے سامنے کُفر وشرک کی ظلمتوں کو کہیں پناہ نہ ملی۔

۳۔ **مُشرکین کا رویّہ**۔ اسلام، قرآن اَور صاحبِ قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے مشرکین کی مخالفت کسی سنجیدگی اَور متانت پر مبنی نہ تھی اَور نہ قرآنی دلائل کے جواب میں ان کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل تھی جس سے وُہ اپنے باطل عقائد کی حفاظت کر سکتے۔ ان کا سارا سرمایہ مذاق، تمسخر اَور طرح طرح کی حجّت بازیاں تھیں۔ فرشتہ جو وحی لاتا ہے وُہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ قرآن ایک مرتّب کتاب کی صُورت میں کیوں نازل نہیں ہوا۔ اس یتیم اَور بے یار و مددگار کو رسالت ونبوّت کے لیے کیوں منتخب کیا گیا۔ لو اَور سُنو موت کے بعد نئی زندگی کا پرچار ہو رہا ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی ماننے کی بات ہے بس اس قسم کے اُن کے اعتراضات تھے جنھیں وُہ بڑی شدّ و مد

سے پیش کیا کرتے۔ اس سورۃ میں ان کا رد کیا گیا ہے۔

۴۔ **تسلّی و اطمینان**۔ ایک طرف انتہائی خلوص، للہیت اور خیر اندیشی کے جذبات کے ساتھ نورِ حق کی طرف رہنمائی کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف سے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ اس سے ہادیٔ برحق کا دلِ رحیم بہت رنجیدہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بار بار تسلّی دیتے ہیں کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔ آپ سے پہلے بھی انبیاء آئے۔ انھیں ستایا گیا۔ اذیتیں پہنچائی گئیں لیکن اُنھوں نے صبر کیا یہی سُنّتِ الٰہی ہے۔ آپ کو بھی صبر سے اس سرد مہری اور دل آزاری کا سامنا کرنا ہو گا۔ حق و باطل کی آویزش، نور و ظلمت کی کشمکش کا سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید نہیں کہ وہ چشم زدن میں سب کو اسلام لانے پر مجبور کر دے لیکن یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ ورنہ ابراہیمؑ اور نمرود کی پہچان کیسے ہو حسینؓ و یزید کا امتیاز کیونکر ہو۔

۵۔ **مشرکانہ رسوم**۔ سورۃ کے آخری حصّہ میں مشرکین کی ان جاہلانہ رسموں کی تردید کی گئی ہے جو اُنھوں نے جانوروں کی حلّت و حرمت وغیرہ کے متعلق مقرر کر رکھی تھیں۔ اور واضح طور پر بتا دیا کہ یہ تمھاری من گھڑت باتیں ہیں اللہ تعالےٰ کا یہ حکم نہیں۔

۶۔ رکوع ۱۵ میں مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے اور اخلاقِ رذیلہ سے اپنے حکیمانہ انداز میں منع کیا گیا ہے۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری رکوع میں اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا ہے کہ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ تا وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کا اعلان کریں۔ ان دونوں آیتوں کا ترجمہ آپ بار بار پڑھیں اور غور کریں۔ آپ کا دل پکار اُٹھے گا کہ بخدا یہی حاصلِ اسلام ہے، یہی رُوحِ توحید ہے۔

سورة الانعام مكية وهي مائة و خمس و ستون آية و عشرون ركوعا	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	

سورۃ انعام مکی ہے اس کی آیتیں ١٦٥ اور رکوع ٢٠ ہیں۔ اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ١ جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو اور بنایا اندھیروں کو

وَ النُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (١) هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ

اور نور کو پھر بھی ٢ جنھوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (اوروں کو) برابر ٹھیرا رہے ہیں ٣ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا

١ ہر طرف گمراہی کا بھیانک اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ انسان کا رشتہ اپنے خالق و پروردگار سے بالکل کٹ چکا تھا۔ کوئی سورج کا پجاری، کوئی ستاروں کا پرستار، کوئی پہاڑوں کی بلند چوٹیوں، بڑے بڑے دریاؤں اور اونچے اونچے درختوں کا عبادت گزار تھا۔ ہندوستان میں تینتیس کروڑ خداؤں کی خدائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ ایران کے لالہ زاروں میں آتش کدے روشن تھے۔ رستم و سہراب کی سرزمین کے بہادر اور نڈر فرزند آگ کے شعلوں کی جناب میں سجدہ ریز تھے۔ مسیحی دنیا میں ایک خدائے برتر و دانا کی جگہ باپ، بیٹا اور روح القدس تین خداؤں کی پرستش ہو رہی تھی۔ اور جزیرہ نمائے عرب کی تو حالت ہی نہ پوچھیے۔ راہ چلتے کوئی پتھر پسند آگیا۔ اس کی تراش خراش کی اور اسے اپنی محراب عبادت کی زینت بنا دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے اعلان کیا کہ آسمان (عالم علوی) اور زمین (عالم سفلی) اندھیرا اور نور یہ سب مخلوق ہیں۔ اور اپنے وجود، اپنی حیات، اپنی نشو و نما اور اپنی بقا میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اے شرف انسانیت کے پاسبانو! اے بحر علم و دانش کے غواصو! تم خود ہی بتاؤ کیا تمھیں یہ زیب دیتا ہے کہ اپنے خالق سے منہ موڑ کر مخلوق کے بندے بن جاؤ۔ غنی اور صمد کی جگہ محتاج اور بے بس کی عبادت کرنے لگو۔ یہ ہر چیز حسین و جمیل سہی، پرہیبت و پرجلال سہی، مفید اور نفع بخش سہی لیکن یہ حسن و جمال، یہ ہیبت و جلال، یہ افادیت اور نفع رسانی ان میں آئی کہاں سے؟ یہ اسی ذات برتر و اعلیٰ کے فضل و کرم کی جلوہ طرازی ہے جس نے انھیں نیست سے ہست کیا۔ عدم سے موجود کیا تو حمد و ستائش اسی کی ہونی چاہیے۔ ہر تعریف و توصیف کا وہی مستحق ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر اس سورۃ پاک کا آغاز اس آیت کریمہ سے فرمایا گیا۔ ذرا غور کیجیے انداز بیان کتنا ناصحانہ اور مشفقانہ ہے کسی کی کج روی کا ذکر کیے بغیر کسی کا نام تک لیے بغیر۔ اس مختصر سے جملے سے شرک کی لاتعداد قسموں کا بطلان کر کے رکھ دیا جو مختلف اقوام میں رائج تھیں۔

٢ "ثم" حرف عطف ہے لیکن کوئی دوسرا حرف عطف اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ معنی عطف پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے۔ "ثم" دالة علی قبح فعل الکافرین

مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ

تمھیں مٹی سے پھر مقرر کی ایک میعاد ۴؎ اور ایک میعاد مقرر ہے اللہ کے نزدیک ۵؎ پھر بھی تم

تَمْتَرُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ

شک کر رہے ہو ۶؎ اور وُہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں ۷؎ وُہ جانتا ہے تمھارے بھید بھی اور

(قرطبی) مقصد یہ ہے کہ یہ جاننے کے باوجود کہ کائنات کی ہر بڑی اور چھوٹی چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہُوتی ہے۔ پھر بھی یہ مخلوق اور محتاج چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے برابر سمجھ رہے ہیں۔ کتنے نادان اور کتنے زیاں کار ہیں یہ لوگ۔

۳؎ اس کا معنی ہے اَیْ یَجْعَلُوْنَ لَهٗ عَدِیْلًا (مفردات) یعنی اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بنائے ہُوتے ہیں۔ وُہ کس طرح اُنھیں برابر و ہمسر بناتے تھے۔ اس کی وضاحت امام ابن جریرؒ نے ان الفاظ میں کی ہے۔ یعدلون: یجعلون له شریکا فی عبادتهم ایاه فیعبدون معه الالهة والانداد یعنی وُہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اپنے باطل خداؤں کی بھی عبادت کیا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی غیر اللہ کی عبادت کرنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے برابر اور ہمسر یقین کیا جا رہا ہے۔

۴؎ یعنی جس کی قدرت نے ان خاک کے ذرّوں کو زندہ کیا اس کی حکمت جب متقاضی ہوگی تو عناصر کی یہ ہم آہنگی ختم ہو جائے گی اور یہ اعتدال درہم برہم ہو جائے گا اور موت کی بادِ سموم اس چراغِ زیست کو بجھا دے گی۔ اور اس کے علمِ ازلی میں یہ وقت مقرر ہو چکا ہے۔

۵؎ موت کا وقت مقرر کرنے کے علاوہ اس نے ایک اور میعاد بھی متعیّن فرما دی ہے یعنی قیامت کا دن۔ اور اس کا یقینی علم اسی کے پاس ہے کوئی دُوسرا اس کے بتائے بغیر اپنی عقل و فراست سے یا قیاس آرائیوں سے اس کو نہیں جان سکتا۔

۶؎ لفظ "ثُمَّ" یہاں بھی بعینہٖ اسی مفہوم کو ادا کرتا ہے جو پہلی آیت میں ادا کیا گیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بے شمار دلائل دیکھنے کے بعد بھی تمھیں قیامت کا یقین نہیں۔ انسان اپنی غذا ہی کو دیکھے کس طرح وُہ زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ کس طرح وُہ معدہ میں پہنچ کر ہضم کی مختلف کیفیات سے گزر کر جزوِ بدن بنتی ہے۔ اسی کا ایک حصّہ آنکھ کا نور، کانوں کی سماعت، زبان کی گویائی اور ایک حصّہ ہڈیوں کی سختی، اعصاب کی نرمی، دماغ کا ادراک، ہاتھوں کی گرفت وغیرہ بن جاتا ہے۔ جو ہستی اس باریک نظام کو چلا رہی ہے اس کے لیے خاک کے منتشر ذرّوں کو جمع کرنا کوئی مشکل نہیں۔ اس کی قدرت کے بے شمار دلائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد پھر قیامت کا انکار کرنا کتنی نادانی اور کتنی قباحت ہے۔

۷؎ اس کی ترکیب غور طلب ہے۔ ابو علی نے اس کی ترکیب یہ کی ہے کہ هو ضمیر شان اللّٰه مبتدا۔ اور فی السموات والارض اپنے متعلق کے ساتھ مل کر خبر ہے (بحر)

جَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ﴿۳﴾ وَمَا تَأْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ

تمھاری کھلی باتیں بھی اور جانتا ہے جو تم کما رہے ہو ؎ اور نہیں آتی ان کے پاس کوئی نشانی اپنے رب کی نشانیوں سے

رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

مگر وُہ ہو جاتے ہیں اس سے مُنہ پھیرنے والے ۵ؔ بے شک اُنھوں نے جھٹلایا حق کو جب وُہ آیا اُن کے پاس

اور زجاج کی رائے یہ ہے کہ ھو مبتدا۔ اللّٰہ خبر اور فِی السَّمٰوٰتِ الخ اللّٰہ سے متعلق ہے۔ یہاں بتلانا یہ مقصود ہے کہ زمین و آسمان کی ہر چیز کا خالق، مالک، زندہ کرنے والا، مارنے والا، رزق دینے والا، تمام شؤونِ حیات اور اُمورِ کائنات کی تدبیر کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر کوئی ایک صِفت ذِکر کی جاتی تو دُوسری صفات نگاہوں سے اوجھل رہتیں۔ اِس لیے کسی اِسمِ صِفت کے ذکر کی بجائے اللّٰہ جو علم ذاتی ہے اور تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے ذِکر کیا تاکہ قاری جب یہ آیت پڑھے تو لفظ اللّٰہ جب اس کی زبان سے نِکلے تو تمام صفاتِ الٰہیہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجائیں۔ اور ہر صِفت کو ملحُوظ رکھتے ہُوئے وُہ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہے لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عَلَم (اللّٰہ) ظرف اور مجرُور کا متعلق بن سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عَلَم جن معانی کو متضمن ہے ان کو پیشِ نظر رکھتے ہُوئے وُہ متعلق بن سکتا ہے۔ وان کان لفظ اللہ علما لان الظرف والمجرور قد یعمل فیھما العلم بما تضمنہ من المعنی (بحر)

ابن عطیہ نے اِس توجیہ کو بہت پسند کیا ہے۔ قال ابن عطیہ وھذا عندی افضل الاقوال واکثرھا احرازا لفصاحۃ اللفظ وجزالۃ المعنی (بحر) یعنی ابنِ عطیہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ بہترین قول ہے لفظ کی فصاحت اور معنی کی عمدگی دونوں کا جامع ہے۔

؎ ۔ پہلی دو آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا بیان تھا۔ اِس آیت میں اس کے علمِ محیط کا ذِکر ہو رہا ہے یعنی وُہ اتنا ہمہ دان اور ہمہ بین ہے کہ کوئی چیز اس کے عِلم سے پنہاں نہیں۔ ہمارے دِلوں کے پوشیدہ اِحساسات ہماری زبانوں سے نِکلے ہُوئے کلمات اور ہمارے سب چھوٹے بڑے نیک و بد عمل اس کے احاطۂ عِلم میں ہیں۔ مشرک اقوام کو بتایا جا رہا ہے کہ اللّٰہ تو وُہ ہے جس کی قدرت بے پایاں اور جس کا علم محیط ہو۔ تمھارے معبُود نہ تو قادر و توانا ہیں نہ علیم و دانا۔ تو اَے عقل کے دُشمنو! وُہ معبُود اور خُدا کیونکر ہو سکتے ہیں۔

۵ؔ ہر قسم کے حِسّی اور معنوی معجزات جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اسلام کی صداقت کے لیے ظاہر فرماتے ان میں وُہ غور و فکر نہیں کیا کرتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وُہ ان معجزات کی اثر آفرین قوت سے ہراساں تھے۔ انھیں یہ پسند نہ تھا کہ جس تاریکی سے اُن کی آنکھیں مانوس ہو چکی ہیں وُہ اُجالے سے بدل جاتے۔ ان میں یہ سکت بھی نہ تھی کہ ان دلائل کا

فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ

سو اب آیا چاہتی ہیں ان کے پاس خبریں اس چیز کی جس کے ساتھ وُہ مذاق کیا کرتے تھے۹ کیا نہیں دیکھا۱۰

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

اُنھوں نے کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے قومیں جنھیں ہم نے (ایسا) تسلط دیا تھا زمین میں جو ہم نے تمھیں نہیں

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۖ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِىْ

دیا اور ہم نے بھیجے بادل ان پر موسلا دھار برسنے والے اور ہم نے بنا دیں نہریں جو بہتی تھیں

مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا

ان کے (گھروں اور باغوں کے) نیچے سے پھر ہم نے ہلاک کر دیا انھیں بوجہ ان کے گناہوں کے اور پیدا کر دی ہم نے ان کے بعد ایک

جواب پیش کر سکیں اب ان کے پاس باطل سے چمٹے رہنے کا اس کے بغیر اور کوئی ذریعہ نہ تھا کہ وُہ غور و تامّل سے پہلو تہی کیا کریں۔

۹۔ حق سے مُراد قرآن حکیم یا ذاتِ پاک مُصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہے یعنی القران وقیل محمد علیہ السلام (قرطبی) انباء جمع ہے نبأ کی۔ اس کا معنی ہے اہم اور اثر انگیز خبر النبأ الخبر الذی یعظم وقعہ (بحر) یہاں اس سے مُراد عذاب ہے۔ وُہ عذاب جو پے در پے شکستوں اور ناکامیوں کی صُورت میں دیا گیا اور وُہ عذاب جو آخرت میں انھیں دیا جائے گا۔ علّامہ ابی حیان الاُندلسی نے خوب لکھّا ہے۔ فرماتے ہیں یہاں کفّار کے تین مدارج کا ذکر ہے۔ جب آیات پیش کی گئیں تو اُنھوں نے منہ پھیر لیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ ان کو جھٹلانا شروع کر دیا اور اس پر بھی بس نہ کی بلکہ ان کا مذاق اڑانے لگ گئے۔

۱۰۔ مکّہ کے باشندے تجارت پیشہ تھے۔ ان کے تجارتی کارواں دُور دراز ملکوں میں جایا کرتے تھے۔ راستہ میں ان کا گزر کئی اُجڑی ہُوئی بستیوں، ویران کھنڈروں اور غیر آباد کنوؤں اور نہروں پر ہوتا تھا جب اُنھوں نے دلائل توحید میں غور و فکر کرنے کے بجائے اُن کا مذاق اڑانا شروع کر دیا تو پہلی گمراہ قوموں کے ہولناک انجام کا ذکر کر کے انھیں متنبّہ کیا جا رہا ہے کہ یہ عاد و ثمود کی ویران بستیاں جن کو تم بارہا دیکھ چکے ہو یہاں کے بسنے والے تم سے زیادہ خوشحال تھے۔ مال و دولت کی فراوانی تھی۔ وسیع و عریض خطّۂ زمین ان کے زیرِ نگیں تھا۔ ان کے مُلک میں ٹھنڈے اور میٹھے پانی کی نہروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ان کے کھیت سونا اُگل رہے تھے اور ان کے گھر رشکِ ارم بنے ہُوئے تھے۔ لیکن جب انھوں نے بے راہ روی

اٰخَرِيْنَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ

اور قوم ١١ اور اگر ہم اُتارتے ١٢ آپ پر کتاب (لکھی ہوئی) کاغذ پر اور وہ چھو بھی لیتے اس کو اپنے ہاتھوں سے

لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

تب بھی کہتے جنہوں نے کفر اختیار کیا ہے کہ نہیں ہے یہ مگر جادو کھلا ہوا اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ١٣

عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَ

ان پر فرشتہ اور اگر ہم اُتارتے فرشتہ تو فیصلہ ہو گیا ہوتا ہر بات کا پھر نہ مہلت دی جاتی انھیں اور

اختیار کی اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑنا شروع کر دیا تو قانون مکافات حرکت میں آیا اور وہ اپنے گناہوں کی پاداش میں ایسے عذاب میں مبتلا کر دیئے گئے جس نے ان کو نیست و نابود کر دیا۔

١١ لیکن ان کی تباہی و بربادی سے بزم کائنات کی رونق میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ ان کا جانشین ہم نے دوسری قوم کو بنا دیا جس نے اپنی راست بازی اور محنت و خلوص سے بازار ہستی کی رونق میں کئی گنا اضافہ کر دیا۔ اس میں ہمارے لیے بھی درس عبرت ہے جب تک ہم احکام الٰہیہ کے پابند رہیں گے۔ جب تک ہماری تعمیری صلاحیتیں خدمت خلق میں مصروف رہیں گی۔ عزت و اقتدار کی مسند کے ہم مالک ہوں گے اور جب ہم بھی طاؤس و رباب کے دلدادہ بن گئے تو پژمردہ پھولوں کی طرح ہمیں بھی باغ سے باہر پھینک دیا جائے گا۔

١٢ کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ اگر وہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں کہ قرآن کاغذ میں لکھا لکھایا آسمان سے اُتر رہا ہے اور پھر وہ اسے اپنے ہاتھوں سے ٹٹول کر تسلی بھی کر لیں تب بھی وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے بلکہ اپنے انکار کے لیے اگر انھیں کوئی اور بہانہ نہ مل سکا تو یہی کہنے لگیں گے کہ یہ تو جادو ہے۔ اللہ تعالیٰ دل کی آنکھ کو بے نور نہ کرے۔ ورنہ کوئی دلیل، کوئی معجزہ اور کوئی فہمائش اثر نہیں کرتی۔ خوئے بد را بہانہ ہا بسیار۔

١٣ کفار کی ایک اور فرمائش ملاحظہ ہو۔ کہنے لگے کہ ہم اس شرط پر ایمان لانے کے لیے تیار ہیں کہ آسمان سے ایک فرشتہ اُترے اور وہ ہمیں بتائے کہ آپ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس کا جواب فرمایا کہ اگر تمہاری یہ شرط پوری کر دی جائے تو تمہاری ہلاکت یقینی ہے۔ فرشتہ اگر اپنی اصلی صورت میں نمودار ہو تو اس کی ہیبت و جلال سے تمہارا دم نکل جائے۔ نیز اگر تمہاری یہ فرمائش پوری کر دی گئی۔ اور یہ کھلی دلیل دیکھ کر بھی تم نے ایمان لانے میں پس و پیش کی تو تم پر ایسا عذاب مسلط کیا جائے گا جو تمہاری جڑوں کو بھی اکھیڑ کر رکھ دے گا۔ اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تمہاری اس فرمائش کو پورا نہ کیا جائے تاکہ مہلت کی ان گھڑیوں میں تمہیں غور و فکر کا بیش از بیش موقع مل سکے۔

لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿٩﴾

اگر ہم بناتے نبی کسی فرشتہ کو تو بناتے اس کو انسان (کی شکل میں) تو (یوں) ہم مشتبہ کر دیتے ان پر جس شبہ میں وُہ اب ہیں ١٤

وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ

اور بلاشبہ مذاق اُڑایا گیا رسُولوں کا آپ سے پہلے ١٥ پھر گھیر لیا اُنھیں جو مذاق اُڑاتے تھے رسُولوں کا

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿١٠﴾ ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا

اس چیز نے جس کے ساتھ مذاق اڑایا کرتے تھے آپ فرمائیے سیر کرو زمین میں ١٦ پھر دیکھو

ع ١٠/٧

١٤ منکرینِ حق کی نگاہیں فقط حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بشریّت تک ہی محدُود تھیں۔ وُہ نبوّت کے اِس آفتاب کو دیکھنے سے قاصر تھے جو دل انور کے مطلع پر ضوفشاں تھا۔ اِس لیے اُنھوں نے اپنے جیسا بشر سمجھ کر حضورؐ کی نبوّت کو تسلیم کرنے سے اِنکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اِرشاد فرماتے ہیں کہ اگر فرشتہ کو نبی بنا کر تمھاری ہدایت کے لیے بھیجا جاتا تو اس کی دو صُورتیں تھیں۔ یا تو وُہ اپنی مَلَکی شکل میں مبعُوث ہوتا یا اِنسانی لباس میں۔ پہلی صُورت میں اس کی ہیبت وجلال کی وجہ سے اس سے اِستفادہ ناممکن ہوتا۔ دُوسری صُورت میں پھر وہ انھیں شبہات میں مبتلا ہو جاتے جن میں اب مُبتلا ہیں۔

١٥ اللہ تعالیٰ اپنے محبُوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو تسلّی دے رہے ہیں کہ یہ عناد، یہ اِنکار اور یہ مذاق و تمسخر جس سے آپ کو واسطہ پڑ رہا ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ آپ سے پہلے بھی انبیا کے ساتھ منکرینِ حق کا یہی سلوک رہا ہے۔ وُہ بھی اِن گُستاخیوں اور بے ادبیوں کے باعث برباد کر دیئے گئے اور ان کا انجام بھی سُنّتِ الٰہیہ کے مطابق یہی ہوگا کہ نیست و نابُود کر دیئے جائیں گے۔

١٦ قرآنِ حکیم نے بارہا زمین میں سیر وسیاحت کا حکم دیا ہے لیکن صرف تفریحِ طبع کے لیے نہیں بلکہ عبرت پذیری کے لیے۔ لہو ولعب کے لیے نہیں بلکہ علمی مقاصد اور تاریخی نتائج اخذ کرنے کے لیے تاکہ گزری ہوئی قوموں کے مسمار شدہ محلّات، باغات، قلعوں اور شہروں کو دیکھ کر ہم اپنی اِصلاح کریں اور ہمیں وُہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا میں اُنھیں دیکھنا پڑا تھا۔ اِس نیت سے سیر وسیاحت کرنا باعثِ ثواب اور مُوجب رضاء الٰہی ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی نے صراحت کی ہے کہ ایسا سفر مستحب ہے جو گزری ہُوئی اُمّتوں اور اُجڑے ہُوئے شہروں کے آثار اور کھنڈرات دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے لیے کیا جاتے۔ هذا السفر مندوب اليه اذا كان على سبيل الاعتبار بآثار من خلا من الامم واهل الديار (القرطبی) یہاں بھی کفّار کو حکم دیا جا رہا ہے کہ تم حق کو قبول کرنے سے اِنکار کر رہے ہو اور روشن دلائل کے باوجُود تم باطل سے چمٹے رہنے پر مُصر ہو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ ان قوموں کا کتنا دردناک انجام

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ⑪ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کیسا ہوا انجام (رسولوں کو) جھٹلانے والوں کا آپ (ان سے) پوچھئے کس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے ۱۷

قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

آپ (ہی انھیں) بتایئے (سب کچھ) اللہ ہی کا ہے اس نے لازم کر لیا ہے اپنے آپ پر رحمت فرمانا ۱۸ یقیناً جمع کرے گا تمھیں قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑫ وَلَهٗ

ذرا شک نہیں اس میں (مگر) جنھوں نے نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وُہ نہیں ایمان لائیں گے ۱۹ اور اُسی کا ہے

ہوا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسُولوں کو جھٹلایا۔

۱۷ قاعدہ یہ ہے کہ جب سوال کا جواب ایک ہی ہو اور جس سے سوال کیا جا رہا ہے اُس کو بھی اس سے انکار نہ ہو تو سائل خود ہی جواب دے دیا کرتا ہے۔ اِس سوال کے جواب میں کفّار کو بھی اختلاف نہ تھا اس لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی زبانِ مبارک سے جواب دلا دیا گیا۔

۱۸ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ ایسے نابکار لوگوں کو زندہ کیوں رہنے دیا جاتا ہے اُنھیں فوراً نیست و نابُود کیوں نہیں کر دیا جاتا۔ اِس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مجبوری یا کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اپنے فضل وکرم سے رحمت کو اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے۔ لوگ کتنی ہی نافرمانیاں کریں۔ اس کے ساتھ شریک ٹھیرائیں، اس کی ہستی کا ہی انکار کر دیں اُس کی رحمت کا وسیع دامن ان پر سایہ فگن رہتا ہے اور ان کی زندگی کی جو میعاد مقرر کی گئی ہے اُس وقت تک انھیں زندہ رہنے کے وسائل بہم پہنچاتے جاتے ہیں۔ سُورج، بارش، ہوا وغیرہ مومن و کافر، متقی و فاسق سب کے لیے ایک ہی حیات آفرین تاثیر رکھتے ہیں۔ اِن الفاظ سے کفّار کو ایمان لانے کی ترغیب دلانا بھی مقصود ہے یعنی اپنی سابقہ بداعمالیوں کی وجہ سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ اگر اب بھی تم سچّے دل سے توبہ کر لو تو تمھیں دامنِ رحمت میں پناہ مل جائے گی۔

۱۹ یہاں خسارہ سے مُراد اس قیمتی استعداد کو ضائع کرنا ہے جو حق اور باطل میں فرق کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتا ہے۔ کفّار جاننے بُوجھنے کے باوجود حق کو قبول کرنے سے گریزاں تھے جس سے ان کی وُہ استعداد ضائع ہو گئی۔ اس کے بعد ان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وُہ ایمان لے آئیں گے۔

مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ

جو بس رہا ہے رات میں اور دن میں ۲۰؎ اور وُہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ آپ فرمائیے کیا ۲۱؎ بغیر

اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ

اللہ تعالیٰ کے کسی کو (اپنا معبود بناؤں (وُہ اللہ جو) پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور وُہ (سب کو) کھلاتا ہے اور خود نہیں کھلایا جاتا ۲۲؎

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

فرمائیے بے شک ۲۳؎ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہو جاؤں سب سے پہلے سر جھکانے والا ۲۴؎ (نیز یہ حکم دیا گیا ہے کہ) ہرگز نہ بننا

۲۰؎ زمین اور آسمان ظرفِ مکان ہیں اور رات اور دن ظرفِ زمان۔ پہلے بتایا کہ بلندی اور پستی میں جو کچھ ہے وُہ سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اب بتایا کہ زمانے کے پیمانے میں جو کچھ ہے وُہ بھی اسی کی ملکیت ہے۔ تو جب سب زمانیات اور مکانیات اسی کی پیدا کردہ ہیں اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں تو پھر ان میں سے کوئی انسان، کوئی پتھر یا کوئی اور چیز کیونکر معبود بن سکتی ہے۔

۲۱؎ کفّار حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور کہنے لگے کہ آپ ہیں نادار اور تنگ دست۔ مال و دولت جمع کرنے کے لیے آپ نے نبوّت کا سلسلہ چلا رکھا ہے جس سے ہر گھر میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اُٹھی ہے۔ اس لیے آپ جتنی دولت مانگیں ہم آپ کے قدموں میں ڈھیر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ اپنے نئے دین کی تبلیغ بند کر دیجئے اور جس طرح ہمارے اسلاف ان بتوں کی پُوجا کرتے چلے آئے ہیں آپ بھی انھیں کی پرستش کیا کریں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لغتِ عرب میں "ولی" کے بے شمار معنی ہیں۔ یہاں اس سے مُراد معبُود ہے۔ والمراد بالولی المعبود (بیضاوی) ولی سے مُراد یہاں معبُود ہے۔ جس کی عبادت کی جائے۔ والمراد بالولی المعبود لانه رد لمن دعاه صلی اللہ علیه وسلم (رُوح المعانی)

۲۲؎ یعنی معبُود تو وُہ ہو سکتا ہے جو کسی کا محتاج نہ ہو اور ہر چیز اس کی محتاج ہو۔ تمھارے یہ بنائے ہُوئے معبود اور خُدا تو سراپا احتیاج ہی احتیاج ہیں۔ ہاں میرا معبُود جو زمین و آسمان کا خالق ہے وُہی وُہ معبُودِ برحق ہے جو ہر محتاج کی حاجت روائی فرماتا ہے ہر چیز کو رزق پہنچاتا ہے۔ اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں۔ نہ کھانے کا نہ پینے کا۔ نہ کسی اور چیز کا۔ اب تم خود انصاف کرو کہ معبُودِ حقیقی کون ہے؟

۲۳؎ اے کفّار! تم مجھے کیا لالچ دینے آئے ہو۔ مجھے تو اپنے رب کا یہ حکم ہے کہ میں سب سے پہلے اُس کی اُلوہیّت، اُس کی کبریائی اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے سرِ تسلیم خم کروں اور شرک کی آلودگیوں سے اپنا دامن بچانے کی مجھے تاکید

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ

شرک کرنے والوں سے آپ فرمائیے میں ڈرتا ہوں ۲۵؎ اگر میں نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے

عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ یُّصْرَفْ عَنْهُ یَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

عذاب سے وہ شخص ٹال دیا گیا عذاب ۲۶؎ جس سے اُس روز تو یقیناً رحم فرمایا اللہ نے اس پر اور یہی کھلی کامیابی

کی گئی ہے۔ اس لیے میں اپنے رب کے حکم سے سرتابی کر کے کیونکر تمہارے کہنے سے ان باطل خداوں کی پرستش شروع کر سکتا ہوں۔

۲۴؎ جس دین کی دعوت دینے کے لیے حضور مبعوث ہوئے تھے اس کو سب سے پہلے قبول کرنے والے بھی حضور ہی تھے اِس لیے فرمایا کہ تمام اُمت سے پہلے مجھے اپنے رب کی وحدانیت اور الوہیت پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں صاحب رُوح المعانی کا ایک رُوح پرور اور ایمان افروز اقتباس بمعہ ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں:۔

فاول روح رکضت فی میدان الخضوع والانقیاد والمحبۃ روح نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وقد اسلم نفسہ لمولاہ بلا واسطۃ وکل اخوانہ الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام فی عالم الارواح انما اسلموا انفسھم بواسطتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فھو صلی اللہ علیہ وسلم المرسل الی الانبیاء والمرسلین علیھم الصلوٰۃ والسلام فی عالم الارواح وکلھم امتہ (رُوح المعانی)

ترجمہ:۔ عاجزی، فرمانبرداری اور محبت کے میدان میں سب سے پہلے جو رُوح سجدہ ریز ہوئی وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رُوح مُبارک تھی۔ اور حضور نے بلا واسطہ اپنے مولائے کریم کے سامنے سر عبودیت جھکایا۔ اور تمام نبیوں اور رسُولوں نے حضور کے واسطہ سے۔ پس حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء ورُسل کے بھی رسُول ہیں اور سب حضور کے اُمتی ہیں۔

۲۵؎ اگر میں سرِ مُو بھی حکمِ خداوندی سے انحراف کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں عذاب میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

۲۶؎ یعنی مجھے دولت کی آرزو نہیں اور نہ دولت و عزت میرے نزدیک کامیابی کا کوئی معیار ہے۔ کامیاب و کامران تو وہ ہے جس کو قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات مل گئی۔ حضور کی اُمت کو بھی یہ حقیقت ہر لحظہ پیش نظر رکھنی چاہیئے اور قیامت کی کامیابی کے لیے کوشاں رہنا چاہیئے۔

الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ

اور اگر پہنچائے تجھے اللہ تعالیٰ کوئی دُکھ تو نہیں کوئی دُور کرنے والا اس دُکھ کو سوائے اس کے ۲۷ اور ہے

اِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ

اگر پہنچائے تجھے کوئی بھلائی (اس کو کوئی روک نہیں سکتا) وُہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور وُہ غالب ہے

فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ

اپنے بندوں پر ۲۸ اور وُہ بڑا دانا، ہر چیز سے خبردار ہے آپ پُوچھئے کون سی چیز بڑی معتبر ہے گواہی کے لحاظ سے ۲۹

۲۷ تکلیف اور راحت، بیماری اور صحت، ناکامی اور کامیابی، ذِلّت اور عزّت سب اللہ تعالیٰ وحدہٗ کے دستِ قُدرت میں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو فقر، مرض یا قرض میں مُبتلا کر دے تو کسی کے بس میں نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مشیّت اور مرضی کے بغیر ان مصائب سے اسے نجات دے دے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کسی پر اپنا فضل وکرم فرمائے اور اسے اپنے انعامات سے سرفراز فرمادے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اس سے چھین لے۔ وُہی مالکِ حقیقی ہے۔ وُہی قادرِ مطلق ہے۔ اُس کے اذن کے بغیر کوئی پتّہ، کوئی ذرّہ اور کوئی قطرہ اپنی جگہ سے جُنبش نہیں کر سکتا۔ مشرک قوموں نے نیکی، بدی، بارش، فتح، دولت اور علم وغیرہ کے لیے الگ الگ خدا بنائے ہُوئے تھے ان سب کے خیالاتِ فاسدہ کی تردید فرمادی۔

۲۸ قہر کا معنی غلبہ ہے یعنی وُہ اپنے تمام بندوں پر غالب ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو اس پر غالب ہو اور اُس کی مرضی کے خلاف جو چاہے کرتا پھرے۔ سب بندے اس کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہیں۔ ای هم تحت تسخيره لا فوقية مكان (القرطبی) فوقیت سے فوقیت مکانی مُراد نہیں بلکہ کسی پر غالب آنا، غلبہ پانا۔

۲۹ کفّارِ مکّہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا کہ آپ جو نبوّت کا دعویٰ کر رہے ہیں اسے کیونکر تسلیم کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو نبی بنانا ہی تھا تو اسے آپ کے بغیر کوئی دُوسرا نہ مل سکا۔ آپ اپنے دعوے کی صداقت پر کوئی گواہ پیش کیجئے۔ ہم نے تو یہود و نصاریٰ سے بھی آپ کی نبوّت کے متعلق دریافت کیا ہے اور اُنھوں نے واضح الفاظ میں ہمیں بتایا ہے کہ ان کی آسمانی کتابوں میں آپ کی نبوّت کا ذکر تک نہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہُوئی جس میں آپ کو فرمایا گیا کہ آپ اُنھیں کہیئے کہ میری نبوّت کا گواہ خود ربّ العالمین ہے۔ کیا اس سے سچّا اور زیادہ معتبر کوئی اور گواہ بھی ہو سکتا ہے جب خود اللہ تعالیٰ میری نبوّت اور صداقت کا گواہ ہے تو مجھے کسی اور گواہ کی ضرورت کیا ہے؟

قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيۡدٌۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۣ وَاُوۡحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ

آپ ہی بتائیے اللہ وہی گواہ ہے میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور وحی کیا گیا ہے میری طرف یہ قرآن ۳۰ تاکہ میں ڈراؤں تمہیں

بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخۡرٰى ؕ قُلۡ

اس کے ساتھ اور (ڈراؤں) اسے جس تک یہ پہنچے۔ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خدا اور بھی ہیں؟ ۳۱ آپ فرمائیے

لَّاۤ اَشۡهَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۘ ۝۱۹

میں تو (ایسی جھوٹی) گواہی نہیں دیتا آپ فرمائیے وہ تو صرف ایک خدا ہی ہے اور بے شک میں بیزار ہوں ان (بتوں) سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو

اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا يَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ۘ اَلَّذِيۡنَ

جنھیں ہم نے دی ہے کتاب وہ پہچانتے ہیں اس نبی کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو ۳۲ جنھوں نے

۳۰ اصل میں ہے مَنۡ بَلَغَهُ الۡقُرۡاٰن ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی نبوت و رسالت صرف اس زمانہ کے لوگوں تک محدود نہ تھی بلکہ جب تک اور جہاں تک قرآن کی آواز پہنچے گی حضور سب کے نبی ہیں۔ سب پر فرض ہے کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ایمان لائیں۔

۳۱ اگر تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے خدا اور معبود بننے کی گواہی دو تو میں ایسی لچر اور بے ہودہ بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔ خدا تو وہی ایک ذات ہے جس کی قدرت، علم، کبریائی، بے نیازی اور غلبہ کا ذکر تم اتنی دیر سے سن رہے ہو میں تو صرف اسی ایک خدا کو اپنا معبود اور الٰہ یقین کرتا ہوں۔ باقی رہے تمہارے بے بس، محتاج اور بے مصرف دیوی دیوتا۔ تو میرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ کان کھول کر سن لو میں ان سے بری ہوں۔

۳۲ اوپر گزرا ہے کہ اہلِ مکہ نے اہلِ کتاب سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے آپ کے متعلق اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس آیت میں ان کا رد ہے کہ ان کا انکار لاعلمی کی وجہ سے نہیں بلکہ محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے ہے ورنہ وہ ہمارے نبی کو یوں پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے متعلق حضرت عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم حضور کو کیسے پہچانتے تھے تو انھوں نے جواب دیا کہ حضور کے اوصاف و کمالات اور علامات و نشانات اتنی وضاحت سے ہماری کتابوں میں مرقوم ہیں کہ جب ہم نے حضور کو دیکھا تو یوں پہچان لیا جیسے ہم اپنے بچوں کو پہچان لیتے ہیں۔ آخر میں حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ بخدا میں تو اپنے بچے سے بھی زیادہ حضور کو پہچانتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنے بچے کی ماں پر اتنا اعتماد نہیں جتنا اللہ کی بتائی ہوئی علامات پر ہے۔

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى ع ٢ ٨

نقصان میں ڈال دیا ہے اپنے آپ کو تو وہ نہیں ایمان لائیں گے اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جس نے بہتان

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَيَوْمَ

لگایا اللہ پر جھوٹا یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو ۳۳ بے شک فلاح نہیں پائیں گے ظلم کرنے والے اور (یاد کرو) وہ

نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ

دن ۳۴ جب ہم جمع کریں گے سب کو پھر ہم کہیں گے اُنھیں جو شرک کیا کرتے تھے کہ کہاں ہیں تمھارے شریک جن کے (خدا

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا

ہونے کا) تم دعویٰ کیا کرتے تھے پھر نہیں ہو گا کوئی عذر ان کا بجز اس کے کہ کہیں گے کہ اُس اللہ کی قسم جو ہمارا رب ہے

مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ

نہ تھے ہم شرک کرنے والے ۳۵ دیکھو کیسا جھوٹ باندھا اُنھوں نے اپنے نفسوں پر اور گم ہو گئیں ان سے

وایو اللہ انا بمحمد اشد معرفۃ منی بابنی لانی لا ادری ما احدثت امہ (روح المعانی)

۳۳ یہاں کفّار کی دوہری غلطی کا اظہار کیا جارہا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ وُہ بے سروپا باتیں جن کے متعلق ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ان پر تو انھیں محکم یقین ہے مثلاً اپنے بُتوں اور معبُودوں کو خدا کا شریک ماننا۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تسلیم کرنا۔ مادہ رُوح کو قدیم یقین کرنا۔ زندگی کے مختلف کاموں کے لیے الگ الگ دیوی دیوتا تصوّر کرنا اور جن چیزوں کے متعلّق قطعی اور یقینی روشن دلائل موجُود ہیں ان کا اِنکار اور اس اِنکار پر اصرار۔ مثلاً توحید، قرآنِ کریم، رحمتِ عالم، قیامت وغیرہ۔

۳۴ قیامت کے دن ان کی ذِلّت اور رُسوائی کی کوئی حد نہ رہے گی۔ ان سب مُنکروں، مشرکوں اور سرکشوں کو ہم اپنے دربار میں لاکھڑا کریں گے اور ان سے پُوچھیں گے کہ کہاں ہیں وُہ تمھارے معبُود جن کو تم خدا کا شریک بنایا کرتے تھے۔ آج ان کو بلاؤ تاکہ وُہ ہمارے عذاب سے تمھیں نجات دلائیں۔

۳۵ فتنہ کا لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے۔ قتادہ نے کہا کہ یہاں فتنہ سے مُراد عُذر اور بہانہ ہے مقصد یہ ہے کہ جب میدانِ حشر میں اس مالکِ حقیقی کے دربار میں اُنھیں پیش کیا جائے گا اور وُہ غضبِ خداوندی کا مشاہدہ کریں گے

مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ

جو افترا بازیاں کیا کرتے تھے ۳۶ اور کچھ ان میں سے ۳۷ ایسے ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف اور ہم نے ڈال

قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا كُلَّ

دیئے ہیں ان کے دلوں پر پردے تاکہ نہ سمجھیں وہ اسے اور اُن کے کانوں میں گرانی ہے اور اگر وہ دیکھ لیں ۳۸ ہر ایک

اور ان کے بتوں معبودوں اور دیوی دیوتاؤں کا کہیں نام تک نہ ہوگا۔ تو جب ان سے سابقہ سوال پوچھا جائے گا تو مارے حیرت و درماندگی کے کوئی جواب نہ بن آئے گا۔ اس وقت وہ انکار اور جھوٹ کا سہارا لیں گے اور صاف صاف کہہ دیں گے کہ اے ہمارے معبود برحق! اے ہمارے پالنہار! ہمیں تیری کبریائی کی قسم ہم نے تو کبھی شرک کیا ہی نہیں۔ ہم تو تیرے بغیر کسی اور خدا کو جانتے ہی نہیں۔

۳۶ اے میرے رسول! ملاحظہ ہو ان کی بے بسی کا عالم! ساری عمر جن کو پوجتے رہے، جن کی جے بولتے رہے جن کی وجہ سے آپ کو ستایا۔ اذیتیں پہنچائیں آج اُن سے دست بردار ہو رہے ہیں۔ اُن کی خدائی کا انکار کر رہے ہیں۔ قیامت میں پیش آنے والے واقعات اور ان کے حسرتناک انجام کے ذکر سے مطلوب یہ ہے کہ کفار آج ہی ان کمینہ حرکات سے باز آجائیں۔ آج ہی شرک سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا دل وجان سے اعتراف کر لیں۔ ورنہ قیامت کے دن پشیمان ہوئے تو اس کا کیا فائدہ ہوگا۔

۳۷ جیسے پہلے کئی بار مذکور ہوا کہ جب انسان کسی چیز کو حق سمجھنے کے باوجود اس کو تسلیم نہیں کرتا اور دانستہ اس سے اعراض کرتا رہتا ہے تو اس کا طبعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ (بطور سزا) نورِ حق کو دیکھنے والی آنکھ بے نور ہو جاتی ہے آوازِ حق کو سننے والے کان بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور حق کو سمجھنے کی قوت سے دل محروم ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر اس کی تصریح کی ہے۔ یہاں فرمایا کہ ہم نے ان کے کانوں کو بہرہ کر دیا اور ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس محرومی کا سبب تو ان کا اعراض اور انکار ہے لیکن سبب پر مسبّب کا مؤثر پر اثر کا مترتب کرنا اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور اسی کا فعل ہے۔ اس لیے سبب اور مؤثر کی بجائے ان کو خود ذاتِ باری کی طرف منسوب کر دیا اور کیونکہ دوسرے متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے اس لیے التباس کا شبہ نہیں۔

۳۸ یہ پہلی بات کی توضیح ہے کہ اے حبیب! آپ انھیں لاکھ معجزے دکھائیں۔ روزِ روشن کی طرح حق نمایاں کر دیں یہ ایمان لانے کے نہیں۔ انھوں نے تو اس صلاحیت کو ہی ضائع کر دیا۔ وہ استعداد ہی کھو دی جو حق کو قبول کرنے والی ہوتی ہے۔

اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ

نشانی بھی تو نہیں ایمان لائیں گے اِن کے ساتھ۔ یہاں تک کہ جب حاضر ہوں ۳۹ آپ کے پاس جھگڑتے ہوئے آپ سے تو کہتے ہیں وہ لوگ

كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَ

جنھوں نے کفر کیا کہ نہیں یہ (قرآن) مگر جھوٹے قصے پہلے لوگوں کے اور وہ روکتے ہیں ۴۰ اس سے اور

يَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ

دُور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے نفسوں کو اور وہ (اتنا بھی) نہیں سمجھتے اور اگر

تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ

آپ دیکھیں جب وہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر تو کہیں گے اے کاش! (کسی طرح) ہم لوٹا دیئے جائیں تو (پھر) نہیں جھٹلائیں گے

۳۹؎ نضر نامی ایک شخص نے ایران کی سیاحت کی۔ وہاں سے رُستم و اسفندیار کے افسانوں اور قصّوں کی کتابیں اپنے ہمراہ لایا اور قریش کی مجلسوں میں بیٹھ کر بڑے مزے لے لے کر انھیں پڑھ کر سُنایا کرتا تھا۔ اسے بڑا جہاندیدہ خیال کرتے ہوئے ابُوجہل اور ابُوسفیان اس کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور قرآن سُننے کی خواہش کی۔ حضورِ سرورِ عالمؐ نے پڑھ کر سُنایا۔ ابُوسفیان اور ابوجہل نے نضر سے پُوچھا کیسا پایا؟ وُہ ناسمجھ کہنے لگا کہ بس یُونہی ہونٹ ہلاتے رہتے ہیں۔ یہ ایسے ہی افسانے ہیں جیسے میں تمھیں سُنایا کرتا تھا۔ چند الفاظ:۔ اَكِنَّةً اِس کا واحد کنان ہے اس کا معنی پردہ ہے۔ وقر بمعنی ثِقل یعنی سماعت کی گرانی۔ اساطیر جمع ہے لیکن اِس میں بہت اختلاف ہے کہ اس کا واحد کیا ہے۔ زجاج نے اِس کا واحد اَسطار۔ ابوعبیدہ نے اِسْطار، اخفش نے اسطورہ بتایا ہے۔ اور بعض ائمہ لغت کی رائے یہ ہے کہ یہ ایسی جمع ہے جس کا واحد نہیں۔ جیسے مذاکیر۔ ابابیل وغیرہ (قرطبی)

۴۰؎ نہی کا معنی ہے روکنا اور نأی کا معنی ہے دُور کرنا۔ النھی الزجر والنأی البعد۔ یعنی کفّار کی یہ حالت ہے، کہ خود بھی دعوتِ حق قبول نہیں کرتے اور دُوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اِس طریقِ کار سے وُہ اپنی دُنیا و آخرت ہی برباد کر رہے ہیں دین کی ترقی کو نہیں روک سکتے۔

رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢٧﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوا يُخْفُونَ

اپنے ربّ کی نشانیوں کو اور ہم ہو جائیں گے ایمانداروں سے بلکہ عیاں ہو گیا ان پر ۴۱؎ جسے چھپایا کرتے تھے

مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٢٨﴾

پہلے اور اگر انھیں واپس بھیجا جائے (جیسے اُن کی خواہش ہے) تو پھر بھی وہی کریں جس سے روکے گئے تھے اور بے شک وہ

وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ

جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں ۴۲؎ نہیں کوئی زندگی بجز ہماری اس دنیاوی زندگی کے اور ہم نہیں اٹھائے جائیں گے (قبروں سے) اور اگر

تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ قَالُوا بَلَىٰ وَ

آپ ۴۳؎ دیکھیں جب وُہ کھڑے کیے جائیں گے اللہ کے حضور میں اللہ فرمائے گا کیا یہ (قبروں سے اُٹھنا) حق نہیں؟ کہیں گے بے شک (حق ہے)

۴۱؎ پہلی آیت میں بتایا کہ کفّار کو جب جہنّم کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور اس کے دہکتے ہُوئے انگاروں اور لپکتے ہُوئے شعلوں پر ان کی نظر پڑے گی تو اوسان خطا ہو جائیں گے اور ساری نخوت اور غرور کافور ہو جائے گا تو انتہائی حسرت سے یہ آرزو کریں گے کہ کاش! اُنھیں دُنیا میں جانے کا ایک بار موقع ملے تو پھر اللہ کے رسُولؐ کی ہرگز تکذیب نہ کریں بلکہ سچے دل سے اُس پر ایمان لے آئیں۔ اِس آیت میں دلوں کے اسرارِ نہاں جاننے والا خُدا فرماتا ہے کہ یہ سب جھوٹ اور فریب کاری کی باتیں ہیں۔ ان کی فطرت ایسی مسخ ہو چکی ہے کہ اگر انھیں بفرضِ محال پھر دُنیا میں بھیجا جائے تب بھی وُہی کرتوت کریں گے جو وُہ پہلے کرتے رہے۔ اب یہ جو اِتنے بھلے مانس بنے ہُوئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اُن کے راز افشاء کر دیئے گئے۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت بھی کھل گئی اب اس کے علاوہ انھیں کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا۔

۴۲؎ ان کی کجروی اور غلط کاری کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ انھیں قیامت، جزاء و سزا اور جنّت و دوزخ پر ایمان نہ تھا۔ ان کا یہی عقیدہ تھا کہ زندگی بس یہی دُنیوی زندگی ہے۔ اس کے بعد اور کوئی زندگی نہیں جس میں اپنے اعمال کے نتائج سے دوچار ہونا پڑے اس لیے وُہ بالکل بے فکر ہو کر اپنی گمراہیوں میں منہمک تھے۔

۴۳؎ آج تو بے شمار دلائل سُننے اور سمجھنے کے باوجود یہ کافر قیامت کا انکار کر رہے ہیں۔ غور کیجئے وُہ منظر ان کے لیے کتنا ہولناک ہوگا جب وُہ اللہ تعالیٰ کے حضُور میں پیش کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ اب بتاؤ قیامت کے برپا ہونے کی جو خبر میرے رسُولوں نے تمھیں دی تھی سچی تھی یا نہیں۔ اس وقت تسلیم کریں گے لیکن اس روز کا تسلیم کرنا کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس وقت ان کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیئے جائیں گے۔

رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۳۰ ع قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ ۳ ع ۹

ہمارے رب کی قسم اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب چکھو عذاب بسبب اس کفر کے جو تم کیا کرتے تھے بے شک خسارہ میں رہے ۴۴

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا

وہ جنھوں نے جھٹلایا اللہ سے ملاقات (کی خبر) کو۔ یہاں تک کہ جب آگئی ان پر قیامت اچانک بولے ہائے افسوس ۴۵

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا

اس کوتاہی پر جو ہم سے ہوئی اس زندگی میں ۴۶ اور وہ اُٹھائے ہوئے ہیں اپنے بوجھ اپنی پشتوں پر ۴۷ ارے

۴۴ ایک فرض ناشناس طالب علم جو اس غلط فہمی میں مبتلا ہو کہ اس کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔ اور اپنا سارا تعلیمی سال کھیل کود اور عیش و عشرت کی نذر کر دے۔ اچانک جب اسے بتایا جائے کہ میاں صاحبزادے! کل آپ کا امتحان ہے تیار ہو جاؤ۔ تو یہ خبر اس کے خرمنِ ہوش پر بجلی بن کر کوندے گی۔ اور وہ سال بھر کی غفلتوں پر اپنے آپ کو کوسنے لگے گا۔ اسی سے آپ اندازہ کر لیجئے اس سراسیمگی اور پریشانی کا جس سے ایسا شخص دوچار ہو گا۔ جو یہ سمجھتے ہوئے ساری عمر دادِ عیش دیتا رہے کہ قیامت کا دن آنے گا ہی نہیں اور پھر اُسے اچانک پکڑ کر اپنے گزشتہ اعمال کی حساب دہی کے لیے بارگاہِ ربّ العزّت میں کھڑا کر دیا جائے۔

۴۵ حسرت منادیٰ حقیقی نہیں۔ صرف کثرتِ حسرت کے اظہار کے لیے اسے منادیٰ بنایا گیا جیسے یا للعجب یا للرخاء (قرطبی)

۴۶ عرب کہتے ہیں فرط فلان الی الماء: فلاں شخص پانی کے گھاٹ یا چشمے کی طرف سب سے پہلے چلا گیا۔ اسی سے ہے اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ: میں تم سے پہلے حوضِ کوثر پر پہنچ جاؤں گا۔ (حدیثِ نبوی) فَرَّطَ اسی سے بابِ تفعیل اور متعدّی ہے۔ اس کا معنی ہے دُوسرے کو آگے کر دینا اور خود پیچھے رہ جانا۔ اسی مناسبت سے فَرَّطْنَا کا مفہوم یہ ہو گا کہ رضاء الٰہی کے حصول میں ہم نے دُوسروں کو آگے بڑھنے دیا اور خود پیچھے رہ گئے۔ اسی لیے یہ لفظ تقصیر اور کوتاہی کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

۴۷ گناہوں کا بوجھ ان کی پیٹھ پر لادنے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ قیامت کے دن گناہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوں گے اور اُنھیں گنہگاروں کی پیٹھ پر لاد دیا جائے گا۔ یا یہ بطور مجاز و تشبیہ کہا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ احساسِ گناہ اور ندامت ان پر مسلّط ہو گا اور فرطِ ندامت سے ان کی یہ حالت ہو گی جیسے کوئی بھاری بھرکم بوجھ ان پر لاد دیا گیا ہو اور وہ اس کی گرانی کے نیچے دبے چلے جا رہے ہوں۔

سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ

کتنا بُرا بوجھ ہے جسے وُہ اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور نہیں ہے دُنیا کی زندگی ۴۸ مگر کھیل اور تماشا اور بے شک آخرت

الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ

کا گھر بہتر ہے اُن کے لیے جو (اللہ سے) ڈرتے ہیں تو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے (اے حبیب!) ہم جانتے ہیں کہ رنجیدہ کرتی

الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

ہے آپ کو وُہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وُہ نہیں جھٹلاتے آپ کو بلکہ یہ ظالم (دراصل) اللہ کی آیتوں کا انکار

یَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا

کرتے ہیں ۴۹ اور بے شک جھٹلائے گئے رسُول آپ سے پہلے ۵۰ تو اُنھوں نے صبر کیا اس

۴۸ زندہ دونوں رہتے ہیں مومن بھی اور کافر بھی لیکن ان کی زندگیوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اسے بڑی عمدگی سے حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے۔ ارشاد ہے: ھذہ حیاۃ الکافر لانہ یزجیھا فی غرور وباطل فاما حیاۃ المومن فتنطوی علی اعمال صالحۃ فلا تکون لھوا ولعبا: "لہو ولعب کافر کی زندگی کا نچوڑ ہے کیونکہ وُہ یہ قیمتی لمحے غرور ونخوت اور باطل میں ضائع کر دیتا ہے لیکن مومن کی زندگی اعمالِ صالحہ سے لبریز ہوتی ہے۔ اس لیے وُہ لہو ولعب نہیں"۔ یہ اور بات ہے کہ آج ایمان کے بیشتر دعوے داروں کو اس فرق کا احساس ہی نہ ہو۔

۴۹ اس کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بذاتِ خود کچھ نہیں کہا کرتے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسُول اور نبی ہونے کی حیثیت سے ہی ان کو تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے حضورؐ کی رسالت کا انکار اور تکذیب گویا آیاتِ الٰہی کا انکار اور تکذیب ہی تھی۔ دُوسرا مطلب یہ ہے کہ وُہ حضورؐ کو تو صادق اور راست گفتار یقین کرتے تھے۔ جیسے ابُوجہل نے ایک دفعہ حضورؐ سے کہا کہ ہم آپ کو تو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کی صداقت ہمارے نزدیک مُسلّم ہے لیکن یہ پیغام جو لے کر آپ آئے ہیں ہم اسے سچّا تسلیم نہیں کرتے۔ وکان ابو جھل یقول: ما نکذبك لانك عندنا صادق وانما نکذب ما جئتنا بہ (کشاف)

۵۰ سُنّتِ الٰہی یہی ہے کہ حق و باطل کی کشمکش جاری رہے۔ مصائب کے پہاڑ حق کے علمبرداروں پر ٹوٹتے رہیں اور وُہ صبر و اُولو العزمی سے ان کو برداشت کرتے رہیں۔ حوادثات کے طوفانوں میں بھی شمعِ توحید کو ہر قیمت پر وُہ روشن رکھیں۔ حضُور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کفّار کے کفر وعناد سے بڑی تکلیف ہوتی تھی اور آپ کے رحیم وشفیق دل کو

كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

جھٹلائے جانے پر اور ستائے جانے پر یہاں تک کہ آپہنچی انھیں ہماری مدد ۵۱؎ اور نہیں کوئی بدلنے والا اللہ کی باتوں کو

وَ لَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ

اور آہی چکی ہیں آپ کے پاس رسولوں کی کچھ خبریں اور اگر گراں ہے آپ پر ان کا (حق سے)

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

روگردانی کرنا ۵۲؎ تو اگر آپ سے ہوسکے تو تلاش کرلو کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی

فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى

آسمان میں (تواس پر چڑھ جاؤ) پھر لے آو ان کے پاس کوئی معجزہ (تو بھی وُہ ایمان نہیں لائیں گے) اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو جمع کر دیتا انھیں ہدایت پر

گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی کفر و گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ سے پہلے بھی انبیاء مبعوث کیے گئے۔ کفّار نے اُن کو بھی ستایا اور اُنھوں نے صبر و تحمّل سے کام لیا۔ آپ بھی کفّار کی اذیّت رسانیوں پر صبر و تحمّل سے کام لیا کریں۔

۵۱؎ جب انبیاء کرام نے تبلیغ اور صبر کا حق ادا کر دیا اور کفّار کی اذیّت رسانیوں اور تعصّب کی حد ہوگئی تو اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت آئی جس نے باطل کو سرنگوں اور ذلیل کر دیا اور حق کا بول بالا ہو گیا۔ اور کفر کا سارا تزک و احتشام خدا کی نصرت کے وعدہ کو پُورا ہونے سے نہ روک سکا۔ اسی طرح اے میرے حبیب! میں نے آپ سے اِسلام کو سربلند کرنے کا جو وعدہ فرمایا ہے وُہ پُورا ہو کر رہے گا۔

۵۲؎ اِس آیت میں دو اہم باتوں کا ذکر ہے۔ ایک تو یہ کہ میرا محبوب ان گم کردہ راہوں کے ہدایت پانے پر اتنا حریص ہے کہ وُہ ہر کوشش کے لیے تیار ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کا بس چلے تو جس معجزہ کا وُہ مطالبہ کریں وُہ پیش کر دے۔ خواہ اس کے لیے زمین میں سُرنگ لگانی پڑے یا آسمان پر زینہ لگا کر چڑھنا پڑے۔ والمراد بیان حرصه علی اسلام قومه وانه لواستطاع ان یاتی بآیة من تحت الارض اومن فوق السماء لاتی بها رجاء ایمانهم (نیشاپوری کشاف وغیرہ)

دُوسری بات یہ بتائی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ تقاضا نہیں کہ کسی کو اتنا مجبُور و مقہُور کر دیا جائے کہ اسلام کو تسلیم کیے بغیر اس کے لیے کوئی چارۂ کار نہ رہے۔ کیونکہ دین صرف چند رسُوم کی ادائیگی اور چند کلمات کے تلفّظ

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٣٥﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ

تو آپ نہ ہو جائیں ان سے جو (حقیقت کا) علم نہیں رکھتے ۵۳ صرف وہی قبول کرتے ہیں ۵۴ جو سُنتے ہیں

وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ

اور اُن مُردہ (دلوں) کو اُٹھائے گا اللہ تعالیٰ پھر وہ اُسی کی طرف لوٹائے جائیں گے ۵۵ اور بولے کیوں نہیں اُتاری گئی

عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّ

ان پر کوئی نشانی ان کے رب کی طرف سے ۵۶ آپ فرمائیے بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ اتارے کوئی نشانی

کا نام نہیں بلکہ یہ وُہ ہمہ گیر انقلاب ہے جو رُوح، قلب اور شعُور و احساس کی پُرانی دُنیا کو زیر و زبر کر کے نئی دُنیا تعمیر کرتا ہے اور یہ انقلاب فقط اُسی وقت رُونما پذیر ہو سکتا ہے جب کہ کوئی شخص اپنی مرضی سے خوب سوچ سمجھ کر اس نظریۂ حیات کو قبول کرے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو کوئی خاص دین اختیار کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو فرماتے ہیں کہ ہماری قدرت تو اتنی وسیع ہے کہ اگر ہم چاہیں تو سب بُوذر و بلال بن جائیں لیکن ایسا کیا نہیں جاتا۔

۵۳ بعض کے نزدیک اس آیت کے مخاطب حضُور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ہیں۔ لیکن نہی کا مدعی یہ نہیں کہ حضُور ایسا کر رہے تھے اور آپ کو منع کر دیا گیا۔ بلکہ کسی چیز سے اجتناب اور پرہیز کی تاکید کے لیے یہ اسلوب کلام اختیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین نیشاپوری رقم طراز ہیں۔ فھذا النھی لایقتضی اقدامہ علی مثل ھذہ الحالۃ لکنہ یفید التغلیظ (نیشاپوری) اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہاں خطاب اُمّت کے ہر فرد کو ہے اور علامہ ابوحیانؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ والذی اختارہ ان ھذا الخطاب لیس للرسول فانما ذلک للسامع فالخطاب والنھی فی فلا تکونن للسامع دون الرسول (بحر محیط) یعنی میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ یہاں خطاب حضُور علیہ السّلام کو نہیں بلکہ ہر سُننے والا مخاطب ہے۔

۵۴ اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ وُہ حق کو قبول تو اس وقت کریں جب وُہ حق کی آواز کو سُنیں لیکن اُنھوں نے لگاتار انکار سے ان کانوں کو ہی بہرہ کر دیا ہے جو حق کی آواز سُن سکتے ہیں تو وُہ اس حالت میں ایمان کیونکر لائیں۔

۵۵ کیونکہ ان کے دِل مُردہ تھے اس لیے اُن کو مُردہ کہا گیا۔

۵۶ کفّار طرح طرح کی فرمائشیں کیا کرتے تھے یعنی اس ریگ زار میں دریا بہنے لگیں چشم زدن میں یہاں سرسبز و شاداب باغات

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٣٧ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

لیکن اکثر ان میں سے کچھ نہیں جانتے اور نہیں کوئی (جانور) چلنے والا زمین پر اور نہ کوئی پرندہ

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ

جو اُڑتا ہے اپنے دو پروں سے مگر وُہ اُمتیں ہیں تمھاری مانند ۵۷ نہیں نظر انداز کیا ہم نے کتاب میں کسی چیز کو

ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝٣٨ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ

پھر اپنے رب کی طرف اُٹھائے جائیں گے اور جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو وُہ) بہرے اور گونگے ہیں

فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ

اندھیروں میں (سرگرداں ہیں) جسے چاہے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے اور جسے چاہے لگا دے اُسے سیدھے

مُّسْتَقِيْمٍ ۝٣٩ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ

راستہ پر آپ فرمائیے بھلا بتاؤ تو ۵۸ اگر آئے تم پر اللہ کا عذاب یا آجائے تم پر قیامت کیا اس وقت

لہلہانے لگیں اور ان میں ندیاں رواں ہوں۔ آپ سچے نبی ہیں تو آپ ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دیں وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ مطالبے قبولِ حق کے لیے نہ تھے۔ اس لیے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تو کچھ بعید نہیں کہ جو تمھارا مطالبہ ہو اسے پورا کر دیا جائے لیکن اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

۵۷ اے منکرینِ حق! تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علمِ وسیع کا کیا اندازہ کر سکتے ہو۔ اُس کی قدرت کا یہ عالم ہے کہ اُس نے تمام جانوروں اور پرندوں کو مختلف اُمتوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کی پیدائش اور موت کے لیے الگ الگ قانون بنا دیئے ہیں۔ ان کے مزاج کے موافق ان کی غذا کا انتظام فرما دیا ہے۔ ان کی ضروریات کے مطابق انھیں مختلف قسم کے اعضاء مرحمت فرما دیئے ہیں جس خطۂ زمین میں اور جس آب و ہوا میں انھیں زندگی بسر کرنا ہے ان کی کھال، ان کے بال، ان کے جسم کی ساخت میں ان کی کمال رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پھر ہر ایک کے فرائض کے مطابق اسے شعور اور سمجھ عطا کی گئی ہے۔

۵۸ ارایتکم کا لفظ تحقیق طلب ہے۔ جمہور علماء لغت کے نزدیک اس کا معنی ہے اخبرونی (مجھے بتا دو) اور اس کی ترکیب میں متعدد اقوال منقول ہیں۔ میں ان میں سے صرف ایک قول ہی نقل کروں گا جو واضح ترین ہے اور اکثر علمائے لغت

اَغَيۡرَ اللّٰهِ تَدۡعُوۡنَ ۚ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿٤٠﴾ بَلۡ اِيَّاهُ تَدۡعُوۡنَ

اللہ کے سوا کسی اَور کو پکارو گے؟ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارو گے

فَيَكۡشِفُ مَا تَدۡعُوۡنَ اِلَيۡهِ اِنۡ شَآءَ وَتَنۡسَوۡنَ مَا تُشۡرِكُوۡنَ ﴿٤١﴾ وَلَقَدۡ

تو دُور کر دے گا وُہ تکلیف پکارا تھا تم نے جس کے لیے اگر وُہ چاہے گا اور تم بھلا دوگے انھیں جنھیں تم نے شریک بنا رکھا تھا اور بے شک

ع ۱۰

نے اسے پسند فرمایا ہے۔ تَ ضمیر فاعل ہے اس کے بعد جو كَ ہے وُہ حرفِ خطاب ہے اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لیے لایا گیا ہے۔ فاعل کے واحد، تثنیہ اور جمع ہونے کی صُورت میں كَ کی شکل بدلتی رہے گی یعنی واحد کے لیے صرف "كَ" تثنیہ کے لیے "كما" اور جمع کے لیے "كم" ہو جائے گا۔ اور تَ جو ضمیر فاعل ہے وُہ تینوں حالتوں میں مفتوح رہے گی اس میں تغیّر نہ ہوگا۔

یہ ترکیب ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آیت کے مفہوم میں غور فرمائیے۔ ارشاد ہے کہ جن بُتوں اور دیوی دیوتاؤں کی تم پُوجا کیا کرتے ہو اور جنھیں تم نے خدا یقین کیا ہوا ہے اگر یہ واقعی نفع رساں ہیں اور مصیبتوں کو ٹالنے والے ہیں تو ذرا اس وقت بھی ان کو پکارا کرو جب اللہ تعالیٰ کا عذاب تمھیں اپنی گرفت میں لے لے، مایُوسی کا گھُپ اندھیرا چھا جائے۔ اور نجات کے تمام ظاہری راستے بند ہو جائیں۔ اُس وقت تو تمھاری آنکھوں سے غفلت کی پٹی کھُل جاتی ہے اور جہالت کی تاریکی دُور ہو جاتی ہے۔ اور تم بھی اسی مولائے حقیقی کو پکارتے ہو اور اسی کی بارگاہ میں نجات کے لیے عرض کرتے ہو۔ تو جب مُصیبت کے ان سنگین لمحوں میں باطل خداؤں کی خدائی کا طلسم ٹوٹ کر رہ جاتا ہے اور دل بے ساختہ اسی قبلۂ حاجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور فقط اسی کے دامنِ کرم میں پناہ ڈھونڈتا ہے تو پھر اس سچے اور حقیقی خداوند تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرنا اور اس کو خدا تسلیم کرنا کہاں کا انصاف اور کہاں کی عقلمندی ہے۔ چنانچہ امام المفسّرین ابنِ جریر فرماتے ہیں :-

وتاويل الكلام قل يا محمدؐ لهولاء العادلين بالله الاوثان والاصنام اخبروني ان جاءكم ايها القوم عذاب الله۔ اوجاء تكم الساعة اغير الله هناك تدعون اوالى غيره من الهتكم تضرّعون۔

ترجمہ:- آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے مصطفیٰ! آپ ان لوگوں سے پُوچھئے جو بُتوں کو اللہ کے برابر یقین کرتے ہیں کہ اے قوم مجھے بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا اچانک قیامت قائم ہو جائے تو کیا اللہ کے سوا کسی کو پکارو گے اور اپنے خداؤں کی طرف گھبرا کر نجات کے لیے دوڑو گے؟

علّامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں یہ آیت مشرکین کو لاجواب کرنے کے لیے نازل ہُوئی جو ویسے تو بُتوں کی عبادت کیا کرتے اور جب عذاب چاروں طرف سے گھیر لیتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حضُور میں عذاب ٹالنے کے لیے دُعائیں کرنے لگتے۔ (القرطبی)

أَرْسَلْنَآ إِلَىٰٓ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَٰهُم بِٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

بھیجے ہم نے رسول ۵۹ اُمتوں کی طرف آپ سے پہلے (جب اُنھوں نے سرکشی کی) تو ہم نے پکڑ لیا انھیں سختی اور تکلیف سے

يَتَضَرَّعُونَ ﴿٤٢﴾ فَلَوْلَآ إِذْ جَآءَهُم بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا۟ وَلَٰكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ

تاکہ وُہ گڑگڑائیں تو کیوں ایسا نہ ہوا کہ جب آیا ان پر ہمارا عذاب تو وُہ (توبہ کرتے اور) گڑگڑاتے لیکن سخت ہوگئے ان کے دل

وَزَيَّنَ لَهُمُ ٱلشَّيْطَٰنُ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا۟ مَا ذُكِّرُوا۟ بِهِۦ

اور آراستہ کر دیا ان کے لیے شیطان نے جو وُہ کیا کرتے تھے پھر جب انھوں نے بھلا دیں وُہ نصیحتیں جو انھیں

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَٰبَ كُلِّ شَىْءٍ حَتَّىٰٓ إِذَا فَرِحُوا۟ بِمَآ أُوتُوٓا۟

کی گئی تھیں کھول دیئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے یہاں تک کہ جب وُہ خوشیاں منانے لگے اس پر جو انھیں

۵۹ ان تین آیات میں قوموں کی تربیت اور ان کو گمراہی کی دلدل سے نکال کر صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کرنے کے مختلف طریقوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے اور ساتھ ہی بتایا گیا کہ جو قوم کسی طرح قبولِ حق کے لیے آمادہ نہ ہو اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ ہدایت کا سب سے پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ انھیں آیاتِ الٰہی سُنائی جائیں اور دلائل و براہین سے ان کو راہِ راست پر لایا جائے سلیم الطبع لوگوں کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے ہدایت پذیر نہیں ہوتے انھیں مصائب اور تکالیف سے دوچار کر دیا جاتا ہے تاکہ اس طرح ان کے دِل نرم ہو جائیں اور نافرمانی اور سرکشی سے تائب ہو جائیں۔ اور اگر اس طرح بھی وُہ باز نہ آئیں تو ان کے لیے رزق کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ ہر چیز کی فراوانی ہو جاتی ہے اور وُہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ عیش و عشرت کا یہ دَور کبھی ختم نہ ہوگا۔ بجائے اس کے کہ وُہ اپنے مالکِ حقیقی کے شکرگزار بندے بن جائیں جس نے ان کی تنگی کو فراخی سے بدل دیا اور ان بے آب و گیاہ ریگزاروں کو سبزہ زاروں میں تبدیل کر دیا وُہ اُلٹا اکڑنے لگتے ہیں۔ اور اس ناپائیدار سرور و نشاط میں وُہ سب کچھ بھول جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غضبِ خداوندی کی بجلی گرتی ہے جو اُنھیں اور اُن کے سارے متاعِ حیات کو دم بھر میں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیتی ہے۔

أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

دیا گیا تو ہم نے پکڑ لیا اُنھیں اچانک ۔ اب وُہ نا اُمید ہو کر رہ گئے تو کاٹ کر رکھ دی گئی جڑ اس قوم کی ٦٠ جس نے

ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٥﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ

ظلم کیا تھا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو پروردگار ہے سارے جہان والوں کا ۔ آپ فرمائیے بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر ٦١ لے لے اللہ تعالیٰ

سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور مُہر لگا دے تمھارے دِلوں پر تو کوئی خُدا ہے اللہ کے سوا

يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾

جو لادے تمھیں یہ چیزیں ؟ مُلاحظہ ہو کس کس رنگ سے ٦٢ ہم بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلیں پھر بھی وُہ مُنہ پھیرے ہوئے ہیں ٦٣

٦٠ ظالم قومیں جن کی چیرہ دستیوں سے اللہ کی مخلوق تنگ آچکی ہوتی ہے جب تباہ و برباد کر دی جاتی ہیں تو ہر طرف اطمینان اور آرام کا سانس لیا جاتا ہے ۔ اور واقعی وُہ لمحہ اس قابل ہے کہ مظلوم اور ستم رسیدہ لوگ اپنے ربِّ کریم کی حمد و ثنا کے گیت گائیں جس نے ان کی بےکسی اور بے بسی پر ترس کھا کر ان کو ان جابر ظالموں کی قید غلامی سے نجات بخشی۔

٦١ اللہ تعالیٰ مُشرکین کے عقیدہ کی بے سروپائی کو ایک اور طریقہ سے واضح فرما رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسُول ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ ان بے وقوفوں سے دریافت فرمائیے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھیں اندھا اور بہرہ کر دے اور تمھارے دلوں پر غفلت کے پردے ڈال دے اور سمجھنے اور سوچنے کی قوت سلب کر لے تو بھلا بتاؤ تمھارے یہ خُدا جن کی تم پُوجا کیا کرتے ہو ان میں سے کسی میں ہمّت ہے کہ وُہ تمھیں یہ چیزیں عطا کر دے ۔ اور اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر معبودِ حقیقی کو چھوڑ کر ان باطل اور عاجز چیزوں کی عبادت کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کتنی واضح اور مضبوط دلیل ہے جس سے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ، عامی اور عارف یکساں طور پر ہدایت کی روشنی حاصل کر سکتا ہے ۔

٦٢ قرآن کا اسلوبِ استدلال اُکتا دینے والا نہیں بلکہ اس میں وُہ رنگینی اور تنوّع ہے کہ طبیعت ہر بار ایک نیا لُطف محسوس کرتی ہے اور ایک نئی لذّت سے سرشار ہوتی ہے ۔ کبھی عقلی دلائل پیش کیے جاتے ہیں کبھی تاریخی شواہد کو دہراتے ہیں کبھی اپنی رحمت کا مژدہ سُنایا جاتا ہے اور کبھی اپنی ناراضگی اور غضب کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے ۔ وتصریف الآیات الاتیان بها علی جهات من اعذار وانذار وترغیب وترهیب ونحو ذلك (قرطبی)

٦٣ صدف کا معنی ہے اعراض کرنا مُنہ پھیر لینا ۔ ثُمّ یہاں بھی استبعاد کے لیے ہے یعنی چاہیئے تو یہ تھا کہ اس طرح کے

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ

آپ فرمائیے یہ تو بتاؤ اگر آجائے تم پر اللہ کا عذاب اچانک یا کھلم کھلا تو کون

يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا

ہلاک کیا جائے گا بغیر ظالم لوگوں کے اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو ٦٤ مگر

مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

خوش خبری سنانے کے لیے اور (عذابِ جہنم سے) ڈرانے کے لیے۔ تو جو ایمان ٦٥ لائے اور اپنے آپ کو سنوار لیا تو کوئی خوف نہیں ہو گا

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ

انھیں اور نہ وُہ غمگین ہوں گے اور جنھوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو پہنچے گا انھیں عذاب

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ

بوجہ اس کے کہ وُہ حکم عدولی کیا کرتے تھے آپ فرمائیے۔ کہ میں ٦٦ نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں

روشن دلائل سے متاثر ہو کر وُہ دینِ حق قبول کرتے مگر یہ تو اُلٹا اُس سے مُنہ پھیر رہے ہیں اور رُوگردانی کر رہے ہیں۔ کیا اُلٹی سمجھ کے ہیں یہ لوگ۔

٦٤ انبیاء کرام کی تشریف آوری کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ وُہ نت نئے عجائبات کا مظاہرہ کرتے رہیں اور جیسی کچھ کسی نے فرمائش کی اس کی بجاآوری میں لگے رہیں۔ بلکہ ان کی آمد کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نیکو کاروں کو رحمتِ الٰہی کا مژدہ سنائیں اور بدکاروں اور رُوسیاہوں کو اس کے عذابِ الیم سے ڈرائیں۔ تاکہ نیک اور نیک ہو جائیں اور بدکار اپنی بدی اور گمراہی سے باز آجائیں۔

٦٥ ایمان کا تعلق دِل سے ہے اور اِصلاح کا تعلق اعمال سے یعنی جس کا عقیدہ بھی صحیح ہے اور اعمال بھی نیک ہیں۔ ان کو اندیشہ ہائے سُود و زیاں سے نجات دے دی گئی ہے۔ نہ گزرے ہوئے وقت پر وُہ ملول و غمگین ہوں گے اور نہ آنے والے حالات کے بارے میں اُنھیں کچھ تشویش ہو گی۔

٦٦ کفّارِ مکّہ کے نزدیک زندگی فقط یہی دُنیوی زندگی تھی۔ ان کی ساری کدوکاوش اور دوڑ دھوپ کا مدّعا دولت، عزّت اور وقار کا حصول تھا۔ وُہ اسی اُدھیڑ بُن میں اپنے دِن گزارتے کہ وُہ زیادہ سے زیادہ دولت مند کیسے بن جائیں۔

وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

اور نہ یہ کہوں کہ خود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں نہیں پیروی کرتا میں مگر وحی کی جو بھیجی جاتی ہے

ان کی راتیں اسی پیچ و تاب کی نذر ہوتیں کہ وہ کس طرح اپنے حریف کی عزت کو خاک میں ملا کر اپنے جاہ و جلال کا پرچم لہرائیں علاوہ ازیں شرفِ انسانی کا کوئی تصور ان کے ذہن میں موجود نہ تھا۔ وہ خود اور ان کے اردگرد بسنے والے انسان جن سے ان کو عمر بھر کا واسطہ پڑا تھا کسی طرح بھی وحشی درندوں سے بہتر نہ تھے۔ بھلا وہ انسان جس کے ہاتھ غریبوں اور مسکینوں کو لوٹتے وقت نہ لرزیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو قتل کرتے وقت نہ کانپیں۔ جن کے کان زندہ درگور ہونے والی بچیوں کی جگر دوز آہ و فغاں سن رہے ہوں اور ان کے دل ٹس سے مس نہ ہوں۔ رہزنی اور غارت گری جن کا پیشہ ہو اور جوا بازی اور شراب خوری جن کی تفریح طبع کا سامان ہو۔ بدکاری اور بدمعاشی جن کا روز کا مشغلہ ہو وہ کوئی شریف چیز نہیں ہو سکتا۔ انسان کے متعلق ایسا تصور قائم کرنے میں وہ معذور بھی تھے۔ کیونکہ انسان نام کا جو جانور انھیں اِدھر اُدھر دکھائی دے رہا تھا وہ انھیں لغویات اور خرافات کا مجسمہ تھا۔ اس لیے ان کو یہ بات سمجھانا آسان نہ تھا کہ انسان بھی منصبِ رسالت پر فائز ہو سکتا ہے۔ یہ ان کی ذہنیت تھی۔ اور اس سے بلند تر فضا میں پرواز کرنے کی اُن کے مرغِ فکر میں ہمت ہی نہ تھی۔ جب رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو یہ لوگ نادان بچوں کی طرح اپنے ایمان لانے کے لیے ایسی شرطیں لگانے لگے جس سے ان کی مالی حالت بہتر ہو جائے۔ کہا کرتے، یہ ہمارے تپتے ہوئے صحرا گلشن و گلزار بنا دیجئے۔ ان میں ندیاں بہنے لگیں اور چشمے اُبلنے لگیں اور سرسبز و شاداب کھیت لہلہانے لگیں تو ہم جانیں کہ آپ سچے نبی ہیں اور آپ پر ایمان لانے سے ہمیں فائدہ ہوا اور اگر ہماری معاشی بدحالی جوں کی توں ہی رہے تو پھر آپ کو نبی ماننے سے ہمیں کیا فائدہ؟ اور اگر یہ نہیں کرتے تو اتنا ضرور کیجئے کہ ہمیں بتا دیا کرو کہ اس سال فلاں جنس کا بھاؤ چڑھ جائے گا تاکہ ہم اس کا ذخیرہ کر لیا کریں اور جب نرخ تیز ہو جائے تو اس کو بیچ کر نفع کمائیں۔ یا ہماری چوری ہو جائے تو چور کا سراغ بتائیں۔ لیکن یہ چیزیں بھی آپ نہیں کرتے تو پھر ہم خواہ مخواہ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر کیوں اپنے آپ کو بدنام اور بے آرام کریں۔ جب وہ دیکھتے کہ یہ کھاتے پیتے بھی ہیں۔ کاروبار بھی کرتے ہیں۔ بال بچے دار بھی ہیں۔ تو وہ کہتے کہ یہ انسان ہیں۔ اور انسان (جس قسم کے انسان سے وہ واقف تھے) نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ کفار کی اس بگڑی ہوئی اور پست ذہنیت کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ پاک سے یہ اعلان کرایا کہ میں اس بات کا مدعی بن کر نہیں آیا کہ میں تمھارے ان ریتلے ٹیلوں کو ہموار کر کے رشکِ ارم بنا دوں گا۔ خشک زمینوں میں دریا بہا دوں گا۔ اور ہر چٹان سے چشمے اُبلنے لگیں گے۔ میں تمھاری مادی خواہشات کی تکمیل کے لیے نہیں بھیجا گیا۔ میں تو تمھیں اللہ سے ملانے آیا ہوں۔ تمھارے ویران دلوں کو بسانے آیا ہوں۔ میں تو تمھارے گلستانِ حیات میں نیکی، تقویٰ، پاکیزگی اور خوش اخلاقی کے سدا بہار پھول کھلانے آیا ہوں۔ مجھے اس لیے تو مبعوث نہیں کیا گیا کہ میں تمھیں چنے اور جو، کھجور اور

اِلَیَّ ؕ قُلۡ هَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی وَ الۡبَصِیۡرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوۡنَ ۞ ۵۰ ع وَ

ع ۵ ۱۱

میری طرف۔ آپ فرمایئے کیا (کبھی) برابر ہو سکتا ہے اندھا اور ۶۷ دیکھنے والا۔ تو کیا تم غور و فکر نہیں کرتے اور

انگور کے بھاؤ بتاؤں بلکہ مجھے تو اعمالِ حسنہ کی جنس سے تمہیں آشنا کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ جن کی قدر و قیمت بازارِ محشر میں اتنی زیادہ ہوگی جس کا تم اب تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔ یہ افکار کی لطافت، ارادوں کی پختگی اور حوصلوں کی بلندی، یہ اعمال کا حُسن کردار کی رعنائی اور اخلاق کی پاکیزگی، یہ علمی کمالات اور دُوسرے معجزات جن کا تم مجھ میں مشاہدہ کر رہے ہو ان سب کے باوجود میں انسان ہُوں فرشتہ نہیں۔ فرشتہ تو انسانِ کامل کی گردِ راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تمھارے ذہنوں میں انسان کا جو گھٹیا تصوّر ہے وُہ انسانِ کامل کا نہیں بلکہ بھٹکے ہُوئے انسان کا تصوّر ہے جو نفس اور شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو کر اور مدّت دراز تک اس کا گرفتار رہ کر اپنی مسندِ شرف و عزّت سے محرُوم کر دیا گیا ہے۔ اس لیے تم انسان کو اتنا حقیر نہ جانو۔ اپنی قدر پہچانو۔ اور اپنے شرفِ خُداداد کا احترام کرتے ہُوئے شیطان کے جال سے رُستگاری حاصل کرنے کے لیے کوشش کرو۔ نیز اس آیت سے اس شُبہ کا ازالہ بھی کر دیا جس میں اکثر ضعیف العقل لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں کہ ذرا کسی میں کمال دیکھا جھٹ اس کے خُدا ہونے کا یقین کر لیا۔ وُہ ذاتِ پاک اعلان فرما رہی ہے جس کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہوا۔ اور ڈوبا ہوا سُورج پھر لوٹ آیا کہ میں خُدا ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سارے خزانے میرے قبضہ میں ہیں۔ خود بخود جیسے چاہُوں ان میں تصرّف کرُوں یا مجھے غیب کا خُود بخود علم ہو جاتا ہے اور بغیر اللہ کے بتلائے اور سکھلائے میں ہر غیب کو جانتا ہُوں۔ میرا یہ دعویٰ نہیں۔ میرا اگر کوئی دعویٰ ہے تو فقط یہ کہ ان اتبع الا ما یوحیٰ الی: جو کچھ میری طرف وحی کیا جاتا ہے میں اس کی پیروی کرتا ہُوں۔ قول اور فعل میں، علم اور عمل میں۔ والمعنی لا ادعی ان هاتیك الخزائن مفوضة الی التصرف فیها كیف اشاء استقلالا واستدعاء (رُوح المعانی) ولست اقول انی الرب الذی له خزائن السموات والارض (ابنِ جریر) علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ سارے خزانے میرے تصرّف میں ہیں اور میں خود مُستقلاً ان میں جیسے چاہُوں تصرّف کر سکتا ہُوں خط کشیدہ دو لفظ خصُوصی توجّہ کے مستحق ہیں۔ (رُوح المعانی) یعنی میں یہ نہیں کہتا کہ میں خُدا ہُوں جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کے سارے خزانے ہیں۔ (ابنِ جریر)

اِس آیت میں ایک اور نہایت اہم اور بُنیادی چیز کی طرف بھی رہنمائی کی گئی ہے کہ اسلام کی اشاعت کا انحصار لالچ اور شعبدہ بازی پر نہیں بلکہ معرفتِ حق اور قبولِ حق پر ہے یعنی کوئی اس لالچ میں ایمان نہ لائے کہ اسے فلاں جاگیر مل جائے گی زمین میں چھپا ہُوا کوئی خزانہ اس کے ہاتھ لگ جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں فقط وہی ایمان مقبُول ہو گا جو حق کو حق سمجھ کر صرف اس لیے کہ وُہ حق ہے قبُول کیا جائے۔

۶۷ بعض پریشان خیال لوگ اِس آیتِ کریمہ میں غور کیے بغیر اس وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ حضور فخرِ موجودات علیہ

أَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُم

ڈرایئے ۶۸ اس (قرآن) سے انھیں جو ڈرتے ہوں اس سے کہ اُٹھایا جائے گا انھیں ان کے رب کی طرف اس حالت میں کہ نہیں

مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ

ہوگا ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی ۶۹ (انھیں ڈرایئے) تاکہ یہ (کامل) پرہیزگار ہو جائیں اور نہ دُور ہٹاؤ انھیں جو

يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ

جو پکارتے رہتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام ۷۰ طلبگار ہیں (فقط) اس کی رضا کے۔ نہیں آپ پر

افضل التحیات والتسلیمات علم میں، اختیار میں، بشری کمزوریوں میں عام انسانوں کی طرح ہیں۔ کاش! وُہ اس آیت کے ان مختصر الفاظ میں بھی تدبّر کرتے۔ قدرت نے پہلے ہی ان کا ازالہ فرما دیا ہے اور بتا دیا کہ تم میں اور میرے محبوب میں اتنا فرق ہے جتنا اندھے اور بینا میں ہوتا ہے۔ اب خود سمجھ لو کہ جس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہوں اور جو نہ در تہ اندھیروں میں بھٹک رہا ہو کیا برابر ہو سکتے ہیں جس کی چشمِ مازاغ مقامِ دنیٰ پر محوِ مشاہدہ ہو۔ کیا اس کی ہمسری وُہ لوگ کر سکتے ہیں جو دُوری کے حجابوں کے پیچھے سر پٹخ رہے ہوں۔ افلا تتفکرون کے الفاظ سے یہ بتایا کہ اس آیت میں جتنا کوئی زیادہ غور و فکر کرے گا اتنی ہی اس کو سمجھ دی جائے گی اور جو غور و تامل نہیں کرے گا وُہ محروم رہے گا۔

۶۸ وُہ لوگ جو محض تعصب و ہٹ دھرمی سے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں اور انھیں قیامت کے قائم ہونے کا خیال تک نہیں۔ انھیں اپنے حال پر چھوڑیئے اور آپ ان لوگوں کی طرف اپنی توجہ زیادہ مبذول کیجیے جو قیامت کے آنے پر یقین رکھتے ہیں۔ بہ کا مرجع قرآنِ حکیم ہے۔ اگر وُہ پہلے سے مسلمان ہے تو اس کے ڈرانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ وُہ اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑ کر اسلام قبول کرلے گا۔ فان کان مسلما انذر لیترك المعاصی وان کان من اھل الکتب انذر لیتبع الحق۔

۶۹ شفاعت کا بہت غلط تصوّر لوگوں میں رائج تھا بُت پرست یہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ بھی ہو تو اُن کے بُت انھیں چھوڑا لیں گے اور جس کو چاہیں گے بخشوا لیں گے اور یہود و نصاریٰ اس زعم میں مبتلا تھے نحن ابناء اللہ واحباءہ ہم تو اللہ کے فرزند اور اس کے لاڈلے ہیں۔ ہمارے اعمال کیسے ہی ہوں ہم بخشے جائیں گے۔ تو اس غلط تصوّر کی نفی کر دی۔ اس سے انبیاء کرام کی شفاعت کی نفی نہیں کیونکہ وُہ اذنِ الٰہی سے ہوگی۔ تو گویا حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہی شفیع ہوگا۔ شفاعة الرسول لهم تكون باذن الله فهو الشفيع حقيقة اذن (قرطبی)

۷۰ حضرات بلال، یاسر، خبیب وغیرہ غریب و مسکین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہر وقت شمعِ رسالت پر پروانہ وار نثار

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَیْهِمْ مِّنْ شَیْءٍ

ان کے حساب سے کوئی چیز اور نہ آپ کے حساب سے ان پر کوئی چیز ہے

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿٥٢﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

تو پھر بھی اگر آپ دُور ہٹائیں انھیں تو ہو جائیں گے آپ بے انصافی کرنے والوں سے اور اسی طرح ہم نے آزمائش میں ڈال دیا

لِّیَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنْۢ بَیْنِنَا ؕ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

بعض کو بعض سے تاکہ کہیں (مالدار کافر نادار مسلمانوں کو دیکھ کر) کیا یہی ہیں احسان کیا ہے اللہ نے جن پر ہم میں سے کیا نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ ٧٦

ہوتے رہتے تھے۔ کفّار جو نسلی برتری کے قائل تھے انھیں ہرگز یہ گوارا نہ تھا کہ وُہ ان غریبوں کے پاس بیٹھیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ایک دفعہ حضورِ پُرنُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے پاس حاضر ہونا تو چاہتے ہیں لیکن آپ کے گرد گنواروں اور ناداروں کا ہجوم ہوتا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھنے میں ہماری ہتک ہوتی ہے۔ اگر آپ ان کو اپنی مجلس سے اُٹھادیں تو ہم حاضر ہو سکتے ہیں۔ حضورؐ کے خاطرِ مبارک میں خیال گزرا ہی تھا کہ فوراً جبریلؑ یہ حکم لے کر حاضر ہو گئے۔ اور ساری دُنیا کو یہ بتا دیا کہ یہی وُہ بارگاہ بےکس پناہ ہے جہاں حاضر ہونے والوں کی قدر و قیمت کا اندازہ ان کے زرق برق لباس اور ان کی دولت و ثروت کی بنا پر نہیں لگایا جاتا بلکہ ایمان و تقویٰ کی بنا پر لگایا جاتا ہے۔ فتکون من الظالمین کے الفاظ سے قیامت تک آنے والی اُمت کو بھی اس طرزِ عمل پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کر دی گئی۔ فان فعلت کنت ظالما وحاشا من وقوع ذلك منه وانما هذا بیان للاحکام ولئلا یقع مثل ذلك من غیره من اهل الاسلام (القرطبی) اگر آپ ایسا کریں تو آپ ظلم کا ارتکاب کریں گے۔ پناہ بخدا! کہ ایسا فعل حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے صادر ہو۔ یہ تو محض احکامِ الٰہی کا بیان ہے تاکہ حضورؐ کے علاوہ کسی فرزندِ اسلام سے بھی ایسی حرکت صادر نہ ہو۔

٧٥ ابتدا میں حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لانے والوں میں غریبوں اور فقیروں کی کثرت تھی دولتمند کفّار دل میں یہ سوچنے لگے کہ اگر اسلام واقعی کوئی نعمتِ عظمیٰ ہے تو کیا اس کے لیے نظرِ انتخاب انھیں بدحالوں اور فاقہ مستوں پر ہی پڑی۔ کیا ہم موجود نہ تھے۔ شکل و صُورت، حسب و نسب، مال و جاہ غرضیکہ ہم ہر لحاظ سے ان لوگوں سے بہتر تھے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ شرف ہمیں بخشا جاتا۔ اس لیے یہ کوئی شرف کی چیز نہیں ورنہ اِن ناداروں کو عطا نہ کی جاتی۔

٧٦ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اپنے شکر گزار بندوں کو خُوب جانتا ہُوں اور مجھے خُوب معلُوم ہے کہ نعمتِ ایمان سے کس کو سرفراز کرنا ہے۔

بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ

اپنے شکر گزار (بندوں کو) اور جب آئیں ۳۷؎ آپ کی خدمت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں ہماری آیتوں پر تو (ان سے) فرمایئے سلام ہو

عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ

تم پر لازم کر لیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پر رحمت فرمانا تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے

سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٥٤﴾

بُرائی نادانی سے پھر توبہ کر لے اس کے بعد اور سنوار لے (اپنے آپ کو) تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٥٥﴾ ع

نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ اور اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ ظاہر ہو جائے راستہ گنہگاروں کا

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قُلْ

آپ فرمایئے مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں پوجوں انھیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا ۴۱؎ آپ فرمایئے میں

۳۷؎ وہ مقدس گروہ جن کے شب و روز کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں صرف ہوتا ہے اور ان کے دل نورِ ایمان سے لبریز ہیں ان کی مزید عزت افزائی کا سامان ہو رہا ہے یعنی کیا ہوا کہ وہ پھٹے پرانے لباس میں ملبوس ہیں اور نانِ جویں کے علاوہ اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہیں ہوتی لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی شان یہ ہے کہ اے محبوب! جب وہ تیری خدمت میں حاضر ہوں تو آپ پہلے انھیں سلام فرمایئے اور انھیں یہ دعا دیجئے کہ تمہارا دین، تمہاری دنیا ہر قسم کے مصائب و آلام سے محفوظ رہے۔ چنانچہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَبْدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ (قرطبی) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ بھی پیدا فرمائے ہیں جنھیں پہلے سلام کہنے کا مجھے حکم فرمایا گیا ہے۔ نیز یہ وہ خوش نصیب ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیا ہے۔ ان میں سے اگر کوئی بھولے سے غلطی کر بیٹھتا ہے اور پھر نادم ہو کر توبہ کرتا ہے اور اپنے کردار کو درست کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس پر رحمت فرماتا ہے۔

۴۱؎ نادان کفار اس کوشش میں سرگرداں رہا کرتے کہ دینِ توحید کا علمبردار اللہ تعالیٰ کا رسول برحق بھی ان معبودانِ باطل کی پرستش کرنے لگے جن کے سامنے یہ سجدہ ریز رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبؐ کو حکم دیا کہ آپ کھلے الفاظ میں اعلان

لَآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۵۶

نہیں پیروی کرتا تمھاری خواہشوں کی ایسا کروں تو گمراہ ہو گیا میں اور نہ رہا میں ہدایت پانے والوں سے

قُلْ اِنِّيْ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ۭ مَا عِنْدِيْ مَا

آپ فرمائیے بے شک میں قائم ہوں ایک روشن دلیل پر اپنے رب کی طرف سے اور جھٹلا دیا تم نے اسے نہیں ہے میرے پاس ۵۷ جس

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ

کی تم جلدی مچا رہے ہو نہیں ہے حکم ۵۸ (کسی کا) سوائے اللہ کے وہی بتاتا ہے حق اور وہ سب سے بہتر

کردیں کہ میں تمھارے جھوٹے خداؤں کی عبادت ہرگز نہیں کروں گا اس خیالِ خام کو ہمیشہ کے لیے اپنے ذہنوں سے نکال دو۔ کیونکہ نہ عقلِ سلیم اس کی اجازت دیتی ہے کہ خالقِ دوجہان کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کی جائے اور نہ توحید کی روشن دلیلوں نے اس لغویت کے لیے کوئی گنجائش چھوڑی ہے۔ اس لیے عقل ونقل کے خلاف ایک صریح باطل کو کیوں کر اختیار کیا جا سکتا ہے۔ آیت میں تدعون کا معنی حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ترجمہ میں یہ فرمایا ہے تدعون من دون اللہ شما پرستید بجز خدا۔ یعنی خدا کے سوا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ آپ کے علاوہ قرطبی، روح المعانی، کشاف، نیشاپوری وغیرہم نے تدعون کا معنی تعبدون کیا ہے۔ دُعا کی حقیقت کیا ہے؟ کونسی دُعا عبادت اور شرک ہے؟ اور کونسی دُعا عبادت نہیں۔ اس کی تحقیق کسی مناسب مقام پر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۵۷ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ حضورؐ انھیں ڈرایا کرتے کہ اگر تم نے شرک کو نہ چھوڑا تو عذابِ الٰہی آئے گا اور تمھیں نیست و نابود کر دے گا۔ وہ بطورِ مذاق کہتے کہ ہم آپ کا دین قبول نہیں کرتے پھر اتار دیجئے ہم پر عذاب۔ جلدی کیجئے دیر کیوں لگا رہے ہیں۔ بلکہ وہ تو یہ دُعا بھی مانگا کرتے کہ اے خدا! اگر یہ دین سچا ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش کر۔ اللہ تعالیٰ ان کی ہرزہ سرائی کے رد میں اپنے محبوب کو یہ جواب دینے کی ہدایت فرما رہے ہیں کہ اے کفار جس عذاب کے لیے تم جلد بازی کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔ جب چاہے گا اُتارے گا اور اُس وقت اس کے غضب سے تمھیں کوئی نہ بچا سکے گا۔

۵۸ ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے ہر کام کے لیے اس نے اپنے علمِ ازلی میں وقت مقرر کر رکھا ہے جو وقت تم پر عذاب نازل کرنے کا اس نے متعین کر دیا ہے۔ اس سے پہلے یا پیچھے کوئی نہیں کر سکتا۔

الْفَاصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ

فیصلہ کرنے والا ہے — آپ فرمائیے اگر میرے پاس ہوتی وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا

بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ

اس بات کا میرے درمیان اور تمہارے درمیان اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ۔ — اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی

لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

نہیں جانتا انہیں سوائے اس کے ۷۷ اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں اور سمندر میں ہے ۷۸ اور نہیں گرتا کوئی پتہ

۷۷ مَفْتَحٌ کا معنی خزانہ ہے اور مِفْتَحٌ کا معنی کنجی ہے ۔ اگر مفاتح کو مَفْتَحٌ کی جمع تسلیم کیا جائے تو آیت کا معنی ہو گا اللہ تعالیٰ کے پاس ہی غیب کے خزانے ہیں اور اگر مِفْتَحٌ کی جمع کہا جاوے تو پھر آیت کا مفہوم ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہی غیب (کے خزانوں) کی کنجیاں ہیں پہلی آیت میں بتایا کہ ہر قسم کا اختیار اسی کو حاصل ہے ۔ اس آیت میں تصریح فرمائی کہ علم کامل اور محیط سے بھی فقط وہی متصف ہے ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ خدا صرف وہی ہو سکتا ہے جو بے پایاں قدرت اور بیکراں علم کا مالک ہو ۔ لیکن اس آیت سے یہ سمجھنا کسی طرح درست نہیں کہ وہ کسی کو علم غیب سکھاتا بھی نہیں بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔ کوئی بخیل اس کی بخشش و عطا کا ہاتھ نہیں روک سکتا ۔ اور جو کچھ اس نے سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمایا ہے اس کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں ۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں ۔ فالله تعالى عنده علم الغيب وبيده الطرق الموصلة اليه لا يملكها الا هو فمن شاء اطلاعه عليها اطلعه ومن شاء حجبه عنها حجبه ولا يكون ذلك من افاضة الاعلى رسله : یعنی غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور علم غیب تک پہنچنے کے ذریعے بھی اسی کے دست قدرت میں ہیں کوئی ان کا مالک نہیں پس اللہ تعالیٰ جس کو غیب کا علم دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس کو محروم رکھنا چاہتا ہے اسے محروم کر دیتا ہے ۔ اور امور غیب پر آگاہی صرف رسولوں کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتی ہے جن پر علوم غیب کا فیضان فرمایا جاتا ہے ۔

۷۸ پہلے تو مطلقاً فرمایا کہ غیب کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے قبضہ میں ہیں ۔ اس کے بعد مزید وضاحت سے اپنے علم وسیع و محیط کو بیان فرمایا کہ یہ کائنات جس کے کروڑویں حصے کا بھی تمہیں علم نہیں لیکن جتنا کچھ بھی تم جانتے ہو اس میں سب سے بڑی چیزیں خشکی اور تری ہیں ۔ ان میں رنگا رنگ ان گنت مخلوق چھوٹی اور بڑی سانس لے رہی ہے ان سب کو بھی وہ جانتا ہے ۔ اس کے علم کی ہمہ گیری کی یہ کیفیت ہے کہ روئے زمین پر بے شمار جنگلات کے بے حساب درختوں کے ان گنت پتوں میں سے اگر کوئی پتہ بھی گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اس کا بھی علم ہے ۔ اور سنو اشکم زمین کے اندھیروں میں جہاں تمہارے

اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ

مگر وُہ جانتا ہے اس کو اور نہیں کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز ۷۹ مگر وُہ

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٩﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ

لکھی ہوئی ہے روشن کتاب ۸۰ میں۔ اور وُہی ہے جو قبضہ میں لے لیتا ہے تمہیں رات کو اور جانتا ہے جو کمایا تم نے

بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ

دن کو پھر اُٹھاتا ہے تمہیں (نیند سے) دن میں تاکہ پُوری کر دی جائے (تمہاری عُمر کی) میعاد مقرر ۸۱ پھر اسی کی طرف تمہیں لَوٹنا ہے

تیز بین برقی آلات بھاری بھرکم اشیاء کا سراغ لگانے سے بھی عاجز ہیں۔ ان اندھیروں میں سرسوں کے بیج سے بھی باریک دانہ جہاں کہیں جس حالت میں پڑا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو بھی جانتا ہے۔ تو جس کی ہمہ دانی کی یہ کیفیت ہو اُس کے احاطہ علم سے بھی کوئی چیز خارج ہو سکتی ہے؟

۷۹ ان جزئیات کا ذکر کر کے اب پھر عمومی رنگ میں اللہ تعالیٰ کے علم کی ہمہ گیری کا ذکر ہو رہا ہے۔

۸۰ اس سے مُراد لوحِ محفوظ ہے۔ جس میں علمِ الٰہی متشکل صُورت میں موجود ہے۔ جس پر ملائکہ آگاہ ہوتے رہتے ہیں ای فی اللوح المحفوظ لتعتبر الملائکۃ بذلک (القرطبی)

۸۱ نیند اور بیداری کا یہ تسلسل جاری رہتا ہے یہاں تک کہ زندگی کا سفینہ وقت کے سمندر میں موجوں سے کھیلتا، طُوفانوں سے اُلجھتا، بھنوروں سے بچتا موت کے ساحل پر لنگر انداز ہو جاتا ہے۔ اس کے پیچھے ایک آہنی دیوار کھڑی کر دی جاتی ہے۔ حال کے ہنگامے ماضی کی گود میں دم توڑ دیتے ہیں۔ ساری وابستگیاں اور دلبستگیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ایک اور زندگی کی صبح طلوع ہوتی ہے۔ انسان اپنے مالک و خالق کے حضور میں جواب دہی کے لیے کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ یہاں "توفی" کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا حقیقی معنی ہے کسی چیز کو پُورا پُورا لے لینا۔ استیفاء الشیئ (قرطبی) کیونکہ نیند کے وقت انسان کا عقل و شعور معطّل ہو جاتا ہے۔ چلنے پھرنے، دیکھنے سننے وغیرہ کی قوتیں بے کار ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اس کے لیے توفّی کا لفظ استعمال ہوا۔ اور موت کے وقت بھی مرنے والا کیونکہ اپنے مقررہ رات دِن پورے گزار چکا ہوتا ہے اس لیے وہاں بھی توفی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ توفی المیت استوفی عدد ایام عمرہ والذی ینام کانہ استوفی حرکاتہ (قرطبی) توفی کا یہ مفہوم خوب ذہن نشین رہے۔ تاکہ کوئی یہ بتا کر کہ توفی کا معنی موت ہے آپ کو حیاتِ حضرت مسیح علیہ السلام سے منحرف نہ کر دے۔

ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ

پھر وُہ بتائے گا تمھیں جو تم کیا کرتے تھے اور وُہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور

يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ

بھیجتا ہے تم پر نگہبان ۸۲؎ یہاں تک کہ جب آجائے تم میں سے کسی کی موت تو قبض کر لیتے ہیں

رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا

اُس کی رُوح ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اور وُہ کوتاہی نہیں کرتے۔ پھر لوٹائے جائیں گے اللہ تعالےٰ کی طرف جو اُن کا حقیقی مالک ہے سنتے ہو

لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ

اسی کا حکم ہے اور وُہ سب سے تیز حساب کرنے والا ہے آپ فرمائیے ۸۳؎ کون نجات دیتا ہے تمھیں

۸۲؎ حفظۃ جمع ہے حافظ کی مقصد یہ ہے کہ انسان یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال سے بے خبر ہے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے تو ایسے فرشتے مقرر فرما دیئے ہیں کہ ہر لفظ جو اس کی زبان سے نکلتا ہے اور ہر حرکت جو اس سے سرزد ہوتی ہے وُہ اس کو ریکارڈ کر رہے ہیں۔ اور قیامت کے دن مجرم جب اپنے جرموں کو تسلیم کرنے سے انکار کرے گا تو اُس کی زندگی کا صحیفہ اُس کے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ گراموفون کے ریکارڈ کی طرح اُسی کی زبان ہوگی اور اعتراف جرم ہوگا۔

۸۳؎ اپنے مولائے برحق کی نافرمانی میں سرکش گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑے چلے جانے والے انسان سے پُوچھا جا رہا ہے کہ حضرت جی! یہ تو فرماؤ کہ جب تمھیں خشکی یا تری میں مصائب کے بادل گھیر لیتے ہیں۔ نجات کے راستے مسدُود ہو جاتے ہیں۔ اندھیری رات ہے۔ کالی گھٹا چھا رہی ہے۔ طُوفان اُمڈ کر آ رہا ہے۔ کشتی ہچکولے کھا رہی ہے اور گمان یہ ہے کہ ابھی ٹوٹی ابھی ڈُوبی، اُس وقت تم کس کی بارگاہ میں فریاد کرتے ہو۔ کس کے دامنِ رحمت میں پناہ تلاش کرتے ہو۔ دل کی گہرائیوں سے کس سے پختہ عہد باندھتے ہو کہ اب معاف کر دے پھر نافرمانی نہیں کریں گے اور عمر بھر تیرے اس احسان کے مرہُون رہیں گے۔ اور وُہ مولائے کریم جب اس وقت بھی تم پر اپنا فضل و کرم فرما کر تمھیں اِن مصائب اور مایُوسی کے اندھیروں سے نکال دیتا ہے تو تم پھر اس کو بھُول جاتے ہو۔ اور اس وحدہٗ لاشریک کے ساتھ بُتوں کو شریک ٹھیرانے لگتے ہو۔ کیا یہی تمھاری انسانیت ہے اور یہی تمھاری شرافت؟ کچھ سوچو تو۔ کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو! ظلمات سے مُراد مصائب اور مشکلات ہیں۔ اہلِ عرب تکلیف کے دن کو یوم مظلم کہتے ہیں۔ کرب کا معنی ہے شدید غم۔

ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ

خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں جسے تم پکارتے ہو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ آہستہ (اور کہتے ہو) اگر نجات دی اللہ نے ہمیں

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ

اس (مصیبت) سے تو ہم ضرور ہو جائیں گے اس کے شکر گزار (بندے) فرمایئے اللہ ہی نجات دیتا ہے تمھیں اس سے اور ہر

كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ

مصیبت سے پھر تم شریک ٹھیراتے ہو فرمایئے وہ قادر ہے اس پر کہ ۸۴؎ بھیجے تم

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ

پر عذاب تمھارے اوپر سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے اور خلط ملط کر دے

شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

تمھیں مختلف گروہوں میں اور چکھاتے تم میں سے بعض کو شدّت دوسروں کی دیکھو کیونکر ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید کی)

۸۴؎ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے احکام سے سرتابی کر کے انسان امن و عافیت کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کبھی اُوپر سے بجلی کڑک رہی ہے۔ مُوسلا دھار بارشیں سیلاب کی صورت اختیار کر کے قیامت ڈھا رہی ہیں۔ توپیں آگ اُگل رہی ہیں بلند پرواز طیّارے اور راکٹ، بم اور ایٹم بم برسا رہے ہیں۔ کبھی نیچے سے بارُودی سُرنگیں پھٹ رہی ہیں۔ آبدوز کشتیاں سمندر کی گہرائیوں سے اُبھر کر بھاری بھر کم جہازوں کو اُڑا رہی ہیں۔ کہیں زلزلے آباد شہروں کو کھنڈرات میں بدل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ سخت تر عذاب یہ ہے کہ آپس میں انتشار اور بے اتفاقی کی وبا پھُوٹ پڑتی ہے۔ ایک قوم کے فرزند، ایک ملّت کے افراد مختلف ٹولیوں اور فرقوں میں بٹ جاتے ہیں۔ کہیں مذہب وجہِ فساد بن جاتا ہے اور کہیں سیاست باعثِ انتشار۔ اپنوں کی عزّت کو اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دینا بڑا کارنامہ تصوّر کیا جاتا ہے۔ اوروں کو رہنے دیجئے۔ اپنے گھر کا حال دیکھئے جب سے ہم نے صراطِ مستقیم سے انحراف کیا ہے ہم کن پستیوں میں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ ایک خدا۔ ایک رسُول۔ ایک کتاب اور ایک کعبہ پر ایمان رکھنے والے کس نفاق اور انتشار کا شکار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حالِ زار پر رحم فرماوے آمین بجاہِ طٰہٰ و یٰسٓ علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔ فوق اور تحت کے جو لفظ آیت میں ہیں ان کی ایک اور تفسیر بھی حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فوق سے مُراد ظالم حکمران اور تحت سے مُراد کمینے اور بدکار اہل کار ہیں۔ من فوقکم یعنی

الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝٦٥ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ

دلیلوں کو تاکہ یہ لوگ (حقیقت کو) سمجھ لیں اور جھٹلایا اسے آپ کی قوم نے حالانکہ یہ حق ہے فرمایئے

لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ ۝٦٦ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ؗ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝٦٧

نہیں ہوں میں تمہارا ذمہ دار ہر ایک خبر (کے ظہور) کا ایک وقت مقرر ہے اور عنقریب جان لوگے ۸۵

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى

اور (اے سننے والے!) ۸۶ جب تو دیکھے انہیں کہ بیہودہ بحثیں کر رہے ہیں ہماری آیتوں میں تو منہ پھیر لے اُن سے یہاں تک کہ

يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ

وہ اُلجھنے لگیں کسی اور بات میں اور اگر (کہیں) بھلا دے تجھے شیطان تو مت بیٹھو

بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٦٨ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

یاد آنے کے بعد ظالم قوم کے پاس اور نہیں ہے ان پر جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے

الامراء الظلمة ومن تحت يعني السفلة وعبيد السوء (القرطبي)

۸۵ کفار خیال کیا کرتے کہ عذاب کی جو دھمکیاں ہمیں دی جا رہی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ محض ڈراوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تم یونہی جلدی کر رہے ہو میرے علم ازلی میں ہر چیز کے لیے وقت مقرر ہے اور ہر چیز اپنے وقت پر ظہور پذیر ہو جائے گی اور تم اُس وقت خود بخود جان لوگے۔

۸۶ صحبت کا اثر مسلّم ہے۔ انسان اپنے ہم نشین کی عادات، اخلاق اور عقائد سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان لوگوں کے پاس بیٹھنے سے سختی سے منع کیا ہے جن کا رات دن کا مشغلہ اسلام، پیغمبرِ اسلام اور قرآن حکیم پر طعن و تشنیع کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے پرہیز ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا دل بھی ان کی باتوں سے متاثر ہونے لگے۔ آج کل کی عام گمراہی کی بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگ اس حکم پر عمل نہیں کرتے اور ان بدعقیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے میں کوئی ضرر نہیں سمجھتے۔ نتیجہ وہی نکلتا ہے کہ متعدّی مرض کے مریض کے پاس بیٹھنے والا بھی اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ

ان کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ ۸۷ البتہ پرہیزگاروں پر نصیحت کرنا فرض ہے شاید وُہ باز آجائیں اور چھوڑ

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ

دے جنھوں نے ۸۸ بنا لیا ہے اپنا دین کھیل اور دل لگی اور دھوکہ میں ڈال دیا ہے اُنھیں دُنیوی زندگی نے اور

ذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نصیحت کرو ۸۹ قرآن سے تاکہ ہلاک نہ ہو جائے کوئی آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے نہیں ہے اس کے لیے اللہ کے سوا کوئی

وَلِیٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ

حمایتی اور نہ سفارشی اور اگر وُہ معاوضہ میں دے ہر بدلہ تو نہ قبول کیا جائے گا اس سے یہی وُہ لوگ

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

ہیں جو ہلاک کیے گئے ہیں بوجہ اپنے کرتوتوں کے اُن کے لیے پینے کو کھولتا ہوا پانی ہے اور دردناک عذاب ہے

۸۷ے پہلے دُشمنانِ دین کی صُحبت وہم نشینی سے روکا گیا۔ اب فرمایا جاتا ہے کہ اگر مجبوراً تمھیں ان کے پاس بیٹھنا پڑے تو ان کے بکواسات اور لغو گوئی کا محاسبہ تم سے نہیں ہوگا وُہ خود ہی اس کے ذمہ دار اور اس کے لیے جوابدہ ہوں گے۔ ہاں تمھیں چاہیئے کہ شائستگی اور سلیقہ سے اُنھیں دعوتِ اسلام دیتے رہو۔ ممکن ہے ان کی راہ یابی کی صُورت نکل آئے۔

۸۸ے وُہ بدنصیب لوگ جنھوں نے دین کو کھیل اور دِل لگی بنا رکھا ہے اور سنجیدگی اور متانت سے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ طلبِ حق کا شوق ہی دِل میں نہیں رکھتے بلکہ اُلٹا مذاق کرتے ہیں اُنھیں اپنے حال پر رہنے دو۔ زندگی کی عیش وعشرت اور سازوسامان نے اُنھیں بدمست و مدہوش کر دیا ہے۔ اُن سے یہ توقع نہیں کہ یہ دعوتِ اسلام قبول کریں گے۔

۸۹ے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھیں سمجھانا اور نصیحت کرنا ہی ترک کر دیا جائے بلکہ انھیں قرآن حکیم کی آیات پڑھ پڑھ کر سُنایئے۔ شاید عذابِ الٰہی سے بچنے کی کوئی صُورت نکل آئے۔ اور جس نے چشمِ ہوش نہ کھولی اور باطل کی حمایت میں سرگرم رہا تو قیامت کے دِن اس کی نجات کی کوئی شکل نہ ہوگی۔ نہ تو اسے کوئی ایسا حمایتی ملے گا جو زبردستی اسے اللہ تعالےٰ کی گرفت سے بچالے اور نہ سفارشی۔ اور نہ اس سے فِدیہ قبول کیا جائے گا۔ الابسال تسليم المرء للهلاك (قرطبی) اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالے کر دینے کو ابسال کہتے ہیں۔

ع ۸ / ۱۴

بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ

بوجہ اس کفر کے جو وُہ کرتے رہے تھے ۔ آپ فرمائیے کیا ہم پُوجیں ۹۰ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے ہمیں اور

لَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ

نہ ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور (کیا) ہم پھر جائیں اُلٹے پاؤں اس کے بعد کہ ہدایت دی ہے ہمیں اللہ نے؟ مثل اس شخص کے کہ

الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى

بھٹکا دیا ہو اُسے جنوں نے زمین میں اور وُہ حیران و پریشان ہو۔ اُس کے ساتھی ہوں جو اُسے بُلا رہے ہوں ہدایت کی

الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ

طرف کہ ہمارے پاس آ جا ۔ آپ فرمائیے اللہ کی رہنمائی ہی حقیقی رہنمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم گردن

لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٧١﴾ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ

جھکا دیں سارے جہانوں کے رب کے سامنے اور یہ کہ صحیح صحیح ادا کرو نماز اور ڈرو اس سے ۔ اور وُہی ہے جس کی طرف

۹۰ کفار اس بات میں بڑے کوشاں رہا کرتے تھے کہ مسلمان اسلام کو چھوڑ کر اپنے باپ دادا کا مذہب پھر اختیار کرلیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ اُنھیں فرمائیے کہ یہ خیال خام اپنے دِل سے نکال دیں کیا یہ ممکن ہے کہ وُہ شاہراہ ہدایت پالینے کے بعد جس پر نور ہی نور ہے ہم شرک و کفر، فسق و فجور کے بھیانک اندھیروں کی طرف لوٹ جائیں۔ ہرگز نہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو پھر ہماری حالت اُس شخص سے مختلف نہ ہو گی جو اپنی منزل مقصود کی طرف ایسے ساتھیوں کی رفاقت میں بڑھا چلا جا رہا ہے۔ جو راہ کے پیچ و خم اور نشیب و فراز سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اور پھر راستہ میں کوئی شیطان اسے بہکا دے اور وُہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہولے۔ اس کے ہمراہی اس کو پیچھے سے آواز دیں کہ کدھر بھٹک کر جا رہے ہو۔ سیدھی راہ تو اِدھر ہے۔ اور وُہ ششدر و درماندہ تصویر حیرت بنا کھڑا ہو اور کچھ فیصلہ نہ کر سکے کہ اُسے کدھر جانا ہے۔ اے کفار تمھاری یہ توقع عبث ہے کہ ہم دولت یقین سے مالا مال ہونے کے بعد شک و گمان کے بھنوروں میں کُود پڑیں گے۔ آیت میں استھوتہ کا لفظ ہے اس کا مفہوم ہے زين له الشيطان هواه (قرطبی) یعنی شیطان نے جس کی نفسانی خواہش کو مزین و آراستہ کر دیا ہو اور وُہ اس پر فریفتہ ہو چکا ہو اور حق کا دامن چھوڑ کر باطل کی پیروی میں مگن ہو گیا ہو۔

تُحْشَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَيَوْمَ

تم جمع کیے جاؤ گے اور وُہ وُہی ہے جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ ۹۱ اور جس روز

۹۱ عبادت کے لائق تمہارے بےبس اور بےکس معبودانِ باطل نہیں بلکہ وُہ ذاتِ یکتا وبے ہمتا عبادت کے لائق ہے جو ان صفات کی مالک ہے جن کا ذکر ان آیات میں موجود ہے۔ اس کا کوئی کام عبث وفضول نہیں۔ اس کی کوئی تخلیق بےمقصد نہیں۔ اِس وسیع وعریض کائنات کی کسی حقیر سی حقیر چیز پر غور کرو، اس کی افادیّت کا آپ کو احساس ہونے لگے گا۔ یہ بے ڈھنگا اور بد وضع پرند جسے ہم گدھ کہتے ہیں نوعِ انسانی کا کتنا بڑا خدمت گزار ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو دُنیا بھر کی میونسپل کمیٹیاں اور صحت کے ادارے ان مُردہ جانوروں کو ٹھکانے لگانے سے عاجز آجاتے۔ اور ان کی گلی سڑی بدبُودار لاشوں سے زندگی تلخ ہوجاتی۔ غرضیکہ چیونٹی سے لے کر ہاتھی تک، ممولے سے لے کر عقاب تک جدھر بھی آپ فکر کی نگاہ ڈالیں آپ کو حکمتِ ربّانی کے جلوے نظر آئیں گے۔ یہاں میں نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریذیڈنٹ اے۔سی۔ موریسن کے مضمون کا ایک مختصر اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے بالحق کا مفہوم نہایت واضح ہوجائے گا۔

"زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکّر کاٹ رہی ہے۔ اگر اس کی رفتار ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دِن اتنے لمبے ہوتے کہ سُورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی۔ اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سُورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کر کے رکھ دیتی۔ سُورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہے۔ لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دُوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سُورج کی حرارت اتنا قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے۔ لیکن اگر سُورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری کے بجائے چھ ہزار ڈگری ہوتا تو کرّۂ زمین برف کے نیچے دب جاتا۔ اور اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہوجاتی زمین کا جُھکاؤ ۲۳ درجہ کا زاویہ بناتا ہے اور اِسی جُھکاؤ سے ہمارے موجُودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جُھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اُٹھنے والے بُخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دُوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدّوجزر اس شدّت سے آتا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجُودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا۔ اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی آکسائڈ اور آکسیجن صرف ہوجاتی اور رُوئے زمین پر کوئی سبز پتّہ نظر نہ آتا۔ اِس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانۂ ہستی اتفاقاً معرضِ وجُود میں نہیں آگیا بلکہ ایک حکیم ودانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ہے ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا (READER'S. DIGEST OCT, 1960) یہ اقتباس پڑھ لینے کے بعد اب اس آیت کو دوبارہ پڑھیئے اور اس کے نازل کرنے والے مولائے برحق کے حضور میں سربسجُود ہوجایئے۔ اور جس

يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۷۳﴾ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ

وُہ کہے گا کہ تو ہو جا تو بس وُہ ہو جاتی ہے گا اُسی کا فرمان حق ہے اور اسی کی حکومت ہو گی جس دن پھُونکا جائے گا صُور ۹۲

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۴﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ

جاننے والا ہے ہر چھپی چیز کا اور ہر ظاہر چیز کا اور وُہی ہے حکمت والا سب کچھ جاننے والا اور یاد کرو جب کہا ۹۳ ابراہیمؑ

لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ

نے اپنے باپ ۹۴ آزر سے کیا تم بناتے ہو بُتوں کو خدا بے شک میں دیکھتا ہوں تمھیں اور تمھاری قوم کو کھُلی گمراہی

ذاتِ قُدس صفات نے اُمّی ہوتے ہوئے اس حقیقتِ پنہاں کے رُخ سے نقاب اُلٹا ہے اس پر زبانِ دل و رُوح سے صلوٰۃ و سلام عرض کیجیے ۔ اُمّتے بُود کہ ماز اثرِ حکمت او واقف از سرِّ نہاں خانۂ تقدیر شدیم (اقبالؒ)

۹۲ بعض لوگوں نے صُوْر کو صورۃ کی جمع تصوّر کیا ہے اور معنی یہ کیا ہے کہ صُورتوں میں جب پھُونکا جائے گا تو وُہ حقائق میں تبدیل ہو جائیں گی یا بے جان جسموں میں پھُونک مارنے سے وُہ زندہ ہو جائیں گے لیکن یہ معنی دُوسری آیتوں اور احادیثِ نبویہ سے تطبیق نہیں کھاتا۔ حدیث شریف میں یہی ہے کہ حضرت اسرافیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلی بار صُور پھُونکیں گے تو سب زندہ اشیاء موت کی نیند سو جائیں گی۔ اور جب دُوسری بار پھُونکیں گے تو ہر چیز زندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہو جائے گی۔ اس صُور کی حقیقت کیا ہے۔ اس کی شکل و صُورت اور طول و عرض کتنا ہے۔ اس کے متعلق نہ قرآن نے بتایا نہ صاحبِ قرآن نے اور نہ اس کے جاننے کی کوئی ضرورت ہے۔ اس لیے اس بارے میں سکُوت ہی اولیٰ ہے۔

۹۳ عرب کے مُشرک یہُودی اور عیسائی سب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی عظمت و جلالتِ شان اور رسالت کے معترف تھے اور اہلِ عرب کو اس پر ناز تھا کہ وُہ اس مقدّس ہستی کی اولاد ہیں اس لیے حضرت خلیل علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حالات پیش کر کے انھیں بتایا جا رہا ہے کہ تم عجب ستم ظریف ہو کہ جس کے نام سے تمھیں یہ ساری عزّت اور سرداری نصیب ہے۔ جس کی نسل سے ہونے کو تم اپنے لیے وجہِ عزّت و افتخار سمجھتے ہو۔ اس کے دین اور اس کے مقصدِ حیات سے تم بالکل بیگانگی اختیار کر چکے ہو بلکہ اس گمراہی کو تم اپنا دین بنا چکے ہو جس کو مٹانے کے لیے اُنھوں نے عمر بھر جہاد کیا۔ جن بُتوں کو ریزہ ریزہ کر کے اُنھوں نے بھڑکتے ہُوئے آتش کدہ میں کُودنا گوارا کیا تم پھر اُنھیں بُتوں کی پُوجا میں سرگرم ہو اور ان کے دینِ حنیف کی طرف تمھیں دعوت دی جاتی ہے تو خشم گین اور غضب ناک ہو کر رسُولِ برحق سے لڑنے کے لیے کمربستہ ہو جاتے ہو عجیب اُلٹی کھوپڑی کے لوگ ہو تم۔

۹۴ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والد کا نام آزر تھا یا چچا کا؟ حضرت خلیلؑ کے والد مُسلمان تھے یا کافر؟ اس مقام

مُّبِيْنٍ ﴿٧٥﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

ہیں اور اِسی طرح ہم نے دکھادی ٩٥ ابراہیمؑ کو ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی ٩٦ تاکہ وُہ ہوجائیں

پر علامہ آلوسی بغدادیؒ نے اپنی تفسیر رُوح المعانی میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ ہدیۂ ناظرین کرتا ہُوں اور اس نزاع کا فیصلہ انھیں پر چھوڑتا ہُوں۔ علامہ مذکور رقم طراز ہیں۔ علماء اہلِ سنّت میں سے ایک جمِّ غفیر کی رائے یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کے والد نہ تھے۔ کیوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے آباؤ اجداد میں کوئی بھی کافر نہ تھا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے " لَمْ اَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ وَالْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ " کہ میں ابتداء سے آخر تک پاک لوگوں کی پُشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہُوں اور مشرک نجس ہیں۔ اس کے بعد آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ امام رازیؒ کا یہ کہنا کہ یہ شیعہ کا مذہب ہے درست نہیں۔ امام رازیؒ نے اچھی طرح چھان بین نہیں کی اس لیے یہ غلطی ہوگئی۔ علماء اہلِ سُنّت کی اکثریّت کا یہ قول ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے چچا کا نام ہے اور اَب کا لفظ چچا کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے۔ اپنے اس مسلک کی تائید میں علّامہ مذکور نے کئی آثار نقل کیے ہیں لیکن یہاں صرف ایک چیز پیش کی جاتی ہے۔ یہ تو ایک واضح امر ہے کہ جس کی موت کفر و شرک پر ہو اس کے لیے مغفرت نہیں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام اپنے والد کی وفات کے سالہا سال بعد جب بابل سے ہجرت کر کے مصر گئے۔ وہاں سے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کر کے شام آئے اور مدت دراز کے بعد اسمٰعیل علیہ السّلام کی ولادت ہوئی اور حکم ربّانی سے آپ ننھے اسمٰعیلؑ اور اُن کی والدہ ہاجرہؓ کو اس لق و دق صحرا میں چھوڑ آئے جہاں کعبہ کی تعمیر ہونی تھی۔ اس واقعہ کے برسوں بعد جب اسمٰعیل علیہ السّلام جوان ہُوئے اور کعبہ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اُس وقت یہ دُعا آپ نے مانگی۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اے ربّ! مجھے بھی بخش دے اور میرے والدین اور مسلمانوں کو بھی بخش دے۔ اگر حضرت کے والدین کافر ہوتے تو ایک پیغمبر یہ جانتے ہُوئے کہ کافر کی بخشش نہیں ہوسکتی کبھی اُن کی مغفرت کے لیے دُعا نہ کرتے۔ (رُوح المعانی) لیکن وُہ علماء جن کی تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت کے والد ہی تھے وُہ بھی اس بات سے سختی سے منع کرتے ہیں کہ عام مجالس میں ان کے متعلق باتیں کی جائیں۔

حضرت صدرُ الافاضلؒ یہاں لکھتے ہیں " قاموس میں ہے کہ آزر حضرت ابراہیمؑ کے چچا کا نام ہے۔ علّامہ جلال الدینؒ سیوطی نے مسالک الحنفاء میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ چچا کو باپ کہنا تمام ممالک میں معمول ہے بالخصوص عرب میں۔ قرآن کریم میں بھی ہے۔ نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا۔ اس میں حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت یعقوبؑ کے آباء میں ذکر کیا گیا ہے باوجودیکہ آپ عم ہیں۔ حدیث شریف میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عباسؓ کو اَب (باپ) فرمایا۔ چنانچہ ارشاد کیا رُدُّوا عَلَيَّ اَبِيْ یہاں ابی سے حضرت عبّاسؓ مراد ہیں۔ (خزائن العرفان)

٩٥ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ جلالِ خداوندی کے انوار و تجلّیات ہر لمحہ ضوفشاں ہیں لیکن انسانی رُوح کسی نہ کسی حجاب

مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ

کامل یقین کرنے والوں میں پھر جب چھا گئی ان پر رات ۹۷ (تو) دیکھا انھوں نے ایک ستارا۔ بولے (کیا) یہ میرا رب ہے؟

کے باعث ان کے مشاہدہ سے محروم رہتی ہے۔ جیسے جیسے حجاب ہٹتا اور سرکتا جاتا ہے ویسے ہی انوار کا مشاہدہ شروع ہو جاتا ہے حضرت خلیل ؑ نے جب تمام حجابات کو تار تار کر دیا اور انوارِ الٰہی کے مشاہدہ میں کوئی آڑ باقی نہ رہی تو زمین و آسمان کی بے کراں وسعتوں میں قدرتِ خداوندی کے جو اسرار تھے سب ظاہر ہو گئے اور نگاہِ ابراہیمی پر ہر چیز منکشف کر دی گئی فلما زال ذلك الحجاب لاجرم تجلى له ملكوت السموات بالتمام (تفسیر کبیر)

۹۶ ملکوت میں رحموت اور رہبوت کی طرح ت مبالغہ کے لیے ہے یعنی ملک عظیم اور سلطنت وسیع۔ نری معناہ ارینا ہ (قرطبی) ہم نے دکھا دی یہ رؤیت بصر سے تھی یا بصیرت سے؟ یعنی صرف آنکھوں نے دیکھا تھا یا دل کو بھی اس کا علم و عرفان نصیب ہوا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ پردہ اُٹھ گیا تھا اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہر چیز نظر آنے لگی تھی۔ اور بعض نے فرمایا کہ آسمان اور زمین کی تمام اشیاء کی حقیقت پر آگاہی بخش دی گئی تھی تاکہ کائنات کی ان مختلف چیزوں پر مطلع ہو کر وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت، علم، قدرت اور حکمت کے بارے میں عین الیقین کے مرتبۂ علیا پر فائز ہو جائیں۔ امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ اگرچہ عام انسان بھی کائنات کے بعض اسرار پر آگاہ ہوتے ہیں لیکن اس عالمِ خلق کی ہر چیز میں خواہ وہ جنس ہو یا نوع یا صنف ہو یا شخص حکمتِ الٰہی کے جو آثار پائے جاتے ہیں ان سے جس طرح اکابر انبیاء آگاہ ہوتے ہیں وہ آگاہی کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی۔ وان كان جميع الموحدين يعرفون اصل هذا الدليل الا ان الاطلاع على آثار حكمة الله فى كل واحد من مخلوقات هذا العالم بحسب اجناسها وانواعها واصنافها واشخاصها واحوالها لا يحصل الا للاكابر من الانبياء عليهم السلام (کبیر) جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو حقائقِ اشیاء کا اتنا علم ارزانی فرما دیا گیا تھا تو تعجّب ہے ان لوگوں کی کم نگاہی پر جو نبی الانبیاء کے متعلق یہ خیال کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو یہ خبر بھی نہ تھی کہ نر کھجور سے مادہ کھجور کس طرح بار دار ہوتی ہے۔

۹۷ جس شہر میں حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ولادت ہوئی اُس کا نام اُر تھا۔ بیسویں صدی کے آغاز میں آثارِ قدیمہ کے ماہرین نے کھدائی کر کے اس کو دریافت کر لیا ہے۔ اور اس سے جو تحریریں اور دوسری اشیاء دستیاب ہوئی ہیں ان سے آپ کے زمانہ کے لوگوں کے مذہبی، تمدّنی اور معاشی حالات پر روشنی پڑتی ہے سر لیونارڈ وولی (SIR LEONARD WOOLLY) نے اپنی کتاب (ABRAHAM) میں جو لندن میں ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی ہے ماہرینِ آثارِ قدیمہ کے جو تاثرات قلم بند کیے ہیں ذیل میں اُن کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے:۔

"اندازہ کیا گیا ہے کہ ۲۱۰۰ قبل مسیح کے لگ بھگ زمانہ میں جسے اب عام طور پر محققین حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے ظہور کا زمانہ تسلیم کرتے ہیں۔ شہر "اُر" کی آبادی ڈھائی لاکھ کے قریب تھی اور بعید نہیں کہ پانچ لاکھ ہو۔ بڑا صنعتی اور

فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا

پھر جب وُہ ڈوب گیا (تو) بولے میں نہیں پسند کرتا ڈوب جانے والوں کو۔ پھر جب دیکھا چاند کو چمکتے ہوئے تو کہا (کیا) یہ

تجارتی مرکز تھا۔ جس ریاست کا یہ صدر مقام تھا اس کے حدود موجودہ حکومت عراق سے شمال میں کچھ کم اور مغرب میں کچھ زیادہ تھے۔ ملک کی بیشتر آبادی صنعت و تجارت پیشہ تھی۔ اس عہد کی جو تحریرات آثار قدیمہ کے کھنڈروں سے دستیاب ہوئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں ان لوگوں کا نقطہ نظر خالص مادہ پرستانہ تھا۔ دولت کمانا اور زیادہ سے زیادہ آسائش فراہم کرنا اُن کا سب سے بڑا مقصد حیات تھا۔ سُود خوری کثرت سے پھیلی ہوئی تھی۔ آپس میں بہت مقدمہ بازیاں ہوا کرتی تھیں۔ آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی۔ (۱) عمیلو: یہ اُونچے طبقہ کے لوگ تھے۔ جن میں پجاری، حکومت کے عہدہ دار اور فوجی افسر وغیرہ شامل تھے۔ اس طبقہ کو خاص امتیازات حاصل تھے۔ ان کے فوجداری اور دیوانی حقوق دُوسروں سے مختلف تھے۔ اور ان کے جان و مال کی قیمت دُوسروں سے بڑھ کر تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کا اسی طبقہ میں شمار ہوتا تھا۔ (۲) مشکینو: یہ تجار، اہل صنعت اور زراعت پیشہ لوگ تھے۔ (۳) آرُدو یعنی غلام، مزدور پیشہ۔

اُر کے کتبات میں تقریباً پانچ ہزار خداؤں کے نام ملتے ہیں۔ مُلک کے مختلف شہروں کے الگ الگ خدا تھے۔ ہر شہر کا ایک خاص محافظ خدا ہوتا تھا جو ربّ البلد یا مہادیو سمجھا جاتا تھا۔ اُر کا ربّ البلد "نَنّار" (چاند دیوتا) تھا۔ دُوسرا بڑا شہر "لرسہ" تھا۔ اس کا ربّ البلد "شماش" (سُورج دیوتا) تھا۔ ان بڑے خداؤں کے ماتحت بہت سے چھوٹے خدا بھی تھے جو زیادہ تر آسمانی تاروں اور سیّاروں میں سے تھے۔ ان دیوتاؤں اور دیویوں کی شبیہیں بُتوں کی شکل میں بنائی گئی تھیں اور تمام مراسم عبادات انہی کے آگے بجا لائے جاتے تھے۔

نَنّار کا بُت اُر میں سب سے اُونچی پہاڑی پر ایک عالی شان عمارت میں نصب تھا۔ مندر میں بکثرت عورتیں دیوتا کے نام پر وقف تھیں اور ان کی حیثیت دیوداسیوں (RELIGIOUS PROSTITUTES) کی تھی۔ وُہ عورت بڑی معزز خیال کی جاتی تھی جو خدا کے نام پر اپنی بکارت قربان کر دے۔ کم از کم ایک مرتبہ اپنے آپ کو "راہِ خدا" میں کسی اجنبی کے حوالہ کرنا عورت کے لیے ذریعۂ نجات خیال کیا جاتا تھا۔

نَنّار محض دیوتا ہی نہ تھا۔ بکثرت باغ، مکانات اور زمینیں اس کے مندر کے لیے وقف تھیں۔ بہت سے کارخانے مندر کے ماتحت قائم تھے۔

اُر کا شاہی خاندان جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے زمانہ میں حکمران تھا اس کے بانیٔ اوّل کا نام اُرنَمُّو تھا جس نے ۲۳۰۰ برس قبل مسیح میں ایک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی۔ اسی سے اس خاندان کو نمّو کا نام ملا جو عربی میں جا کر نمرود ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کے بعد اس خاندان اور اس قوم پر مسلسل تباہی نازل ہونی شروع ہوئی۔ پہلے عیلامیوں نے اُر کو تباہ کیا اور نمرود کو ننّار کے بُت سمیت پکڑ کر لے گئے۔ پھر لرسہ میں ایک عیلامی حکومت قائم ہوئی جس کے ماتحت اُر

رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ

میرا رب ⁹⁸ ہے (؟) پھر جب وُہ (بھی) غروب ہوگیا تو آپ نے کہا اگر نہ ہدایت دیتا مجھے میرا رب تو ضرور ہو جاتا میں بھی اس گمراہ

الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٨﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ

قوم سے پھر جب دیکھا سُورج کو جگمگاتے ہُوئے (تو بولے (کیا) یہ میرا رب ہے، (؟) یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔ لیکن جب وُہ بھی

اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٩﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ

ڈُوب گیا (تو) آپ نے فرمایا۔ اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنھیں تم شریک ٹھہراتے ہو بے شک میں نے پھیر لیا ہے اپنا رُخ

کا علاقہ غلام کی حیثیت سے رہا۔ ان تباہیوں نے ننّار کے ساتھ اُر کے لوگوں کا عقیدہ متزلزل کر دیا۔ (ماخوذ از تفہیم القرآن)

مندرجہ بالا اقتباس سے معلوم ہوا کہ آپ کے ہم وطن ستاروں، چاند اور سُورج کے پرستار تھے اِس لیے حضرت ابراہیمؑ ان کے معبُودوں کے حالات سے ہی ان کی خُدائی پر ضرب کاری لگا رہے ہیں کہ جن کے یہ حالات ہوں۔ جن کو ایک جگہ قرار نصیب نہ ہو۔ جو کبھی طلوع ہو رہے ہیں اور کبھی غرُوب ہو رہے ہیں۔ جن کے طلوع و غرُوب کا وقت بھی ان کے اختیار میں نہ ہو۔ اور اُن کی گردش کا جو راستہ مقرر ہے اس سے بھی بال برابر اِدھر اُدھر نہ ہو سکتے ہوں۔ جو ایک بے اختیار غلام کی طرح اِنقیاد و اطاعت کا پٹہ گلے میں ڈالے صُبح و شام تعمیلِ حکم میں سرگرداں نظر آتے ہوں اُنھیں معبُود بنانا، ان کو خدا سمجھنا کتنی نادانی اور بے سمجھی ہے۔

٩٨ یہ اصل میں اھذا ربّی استفہام اِنکاریہ ہے۔ یعنی اُے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔ یہ خیال کرنا کہ اُس وقت حضرت ابراہیمؑ کو عرفانِ توحید حاصل نہ تھا اِس لیے وُہ ایک ٹمٹماتے ہُوئے تارے کو اپنا رب سمجھنے لگے سخت غلطی ہے۔ پیغمبر کا دامن نبوّت سے پہلے بھی کفر و شرک سے پاک ہوتا ہے۔ چاند کے متعلق بھی آپ نے یہی فرمایا تھا کہ ھذا ربّی اور جب وُہ بھی ڈوب گیا تو آپ فرماتے ہیں لئن لم یھدنی ربّی اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو جس گمراہی میں میری ساری قوم گرفتار تھی میں بھی اس سے نہ بچ سکتا۔ اِن الفاظ سے اِس امر کی پُوری وضاحت ہو جاتی ہے کہ آپ کا دِل "ربّی" (میرا ربّ) کے یقین اور ایمان سے منوّر اور روشن تھا۔ ورنہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ابھی تک حقیقی ربّ کا کوئی تصوّر ان کے ذہن میں نہ تھا اور چاند کو آپ نے رب مان لیا تھا تو جب اس کے ڈوب جانے سے اس کی خدائی کا طلسم بھی ٹوٹ گیا تو آپ کو حیرت کا اظہار کرنا چاہیئے تھا کہ لو جسے خدا سمجھ رہے تھے وُہ تو فانی نکلا۔ اب کسے خُدا مانا جائے۔ آپ نے اظہارِ حیرت نہیں کیا بلکہ چاند کے غرُوب ہونے پر آپ نے اپنی قوم کے باطل عقیدہ کو غلط ثابت کرنے کے بعد فوراً فرمایا۔ لئن لم یھدنی ربّی۔ یعنی وُہ رب نہیں جسے تم نے رب سمجھ رکھا ہے بلکہ حقیقی رب تو وُہ ہے جو میرا

لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۸۰﴾ وَ

اس ذات کی طرف جس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو ، یک سُو ہو کر ۹۹ اور نہیں ہُوں میں مشرکوں میں سے اور

حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ

جھگڑنے لگی ان سے ان کی قوم ۱۰۰ آپ نے کہا کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ کے بارے میں حالانکہ اس نے ہدایت دے دی ہے مجھے اور نہیں ڈرتا

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ

میں ان سے جنھیں تم شریک بناتے ہو اس کا مگر یہ کہ چاہے میرا ہی پروردگار کوئی تکلیف پہنچانا گھیرے ہوئے ہے میرا رب ہر چیز کو (اپنے) علم سے۔

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ

تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرو گے اور کیسے ڈروں میں ۱۰۱ (ان سے) جنھیں تم نے شریک ٹھیرا رکھا ہے حالانکہ تم نہیں ڈرتے (اس سے) کہ

اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ

تم نے شریک بنایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے کہ نہیں اتاری اللہ نے اس کے متعلق تم پر کوئی دلیل تو (تم ہی بتاؤ) دونوں فریقوں سے

پروردگار ہے جو مجھے ہر باطل سے بچا کر راہِ حق پر چلا رہا ہے۔

۹۹ سُورج، چاند، تارے خُدا نہیں تو پھر کون خُدا ہے؟ اِس کا جواب دیا کہ خُدا وُہ قدرت والا اور حکمت والا ہے جو ہر چیز پر غالب ہے کِسی سے مغلُوب نہیں جو ہر کا داتا ہے کِسی کا محتاج نہیں۔ وُہ قدرت والا جس نے آسمانوں کو بھی پیدا فرمایا اور زمین کو بھی میں تو ہر باطل سے مُنہ موڑ کر یکسُوئی سے اسی کی طرف دِل وجان سے متوجّہ ہُوں اور کسی بڑی سے بڑی چیز کو بھی اس کا شریک خیال نہیں کرتا۔

۱۰۰ اِن آیات سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے دلائل کے سامنے وُہ لاجواب ہو گئے تو پھر آپ سے جھگڑنے لگے اور کہنے لگے۔ اے ابراہیم تم خداؤں کی ہتک سے باز آجاؤ ورنہ ان کے غضب کا شکار ہو جاؤ گے اور پھر رہائی کی کوئی صورت نظر نہ آئے گی۔ آپ فرماتے ہیں مجھے ایسی دھمکیاں کیوں دیتے ہو اپنے خداؤں کو کہہ دو کہ میرا جو بگاڑ سکتے ہیں بگاڑ لیں۔ مجھے ان سے ذرا اندیشہ نہیں۔ ہاں اگر میرا رب مجھے کسی آزمائش میں مبتلا کر دے تو مجھے مجالِ دم زدن نہیں۔

۱۰۱ سلسلۂ تقریر شروع ہے کہ ڈرنا تو تمھیں چاہیئے جو معبُودِ برحق سے مُنہ موڑ کر باطل خداؤں کی چوکھٹ پر سر افگندہ ہو۔ میں کیوں ڈروں جو سیدھے راستہ پر چل رہا ہُوں۔

أَحَقُّ بِالْأَمْنِ ۚ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٨٢﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا

کون زیادہ حقدار ہے امن (وسلامتی) کا؟ اگر تم (کچھ) جانتے ہو وہ جو ایمان لاتے اور نہ ملایا ۱۰۲ اُنھوں نے

إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَتِلْكَ

اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے اُنھیں کے لیے ہی امن ہے اور وُہی ہدایت یافتہ ہیں اور یہ

ع ۱۵/۱۳

حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ ۚ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ ۗ إِنَّ

ہماری دلیل تھی ۱۰۳ جو ہم نے دی تھی ابراہیمؑ کو اس کی قوم کے مقابلہ میں ہم بلند کرتے ہیں ۱۰۴ درجے جس کے چاہتے ہیں بے شک

رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿٨٤﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ

آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور ہم نے عطا فرمائے اُنھیں اسحاق اور یعقوب ۱۰۵ ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی

۱۰۲ے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت پریشان ہوئے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں عرض کی۔ ایّنا لم یظلم نفسہ؟ ہم میں سے کون ہے جس نے اپنے آپ پر ظلم نہ کیا ہو۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مُراد گناہ نہیں بلکہ شرک ہے۔ لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال لقمان لابنہ یا بنی لاتشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم (قرطبی)

۱۰۳ے کیا لطف ہے اس آیت میں۔ ہماری دلیل تھی اور ہم ہی نے ابراہیم کو عطا فرمائی تھی۔ وُہ دلیل جسے اللہ تعالیٰ اپنی فرما رہے ہیں اس کی عظمت وجلالت کا کیا کہنا! کفر وشرک کی اس اندھیر نگری میں جس ہستی کو اس دلیل سے سرفراز فرمایا گیا اس کی رفعتِ شان کی کیا حد! اس مقام پر رب کو کاف خطاب کی طرف مضاف کرنے میں جو لُطف ہے اس سے اہل دل ہی لُطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ اے مصطفےٰ! تیرا ربّ ہے تو وُہ سارے جہان کا ربّ لیکن اس کی ربُوبیّت کا جو تعلّق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء سے ہے وُہ کسی سے نہیں۔

۱۰۴ے یعنی ان کفّار کی بستی سے جو ہزارہا ہزار خداؤں کے پُجاری تھے وُہ گمراہی کی پستیوں میں گرے پڑے تھے۔ ان میں سے حضرت ابراہیمؑ کو توحید کا علمبردار بنا دینا اور اس کے سینے کو علم وفہم اور دلیل کی روشنی سے منوّر کر کے دُنیا وآخرت میں اس کا نام اور اس کی شان بلند کر دینا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت اور طاقت ہے ای بالعلم والفھم والامامۃ والملک (القرطبی)

۱۰۵ے ہم نے ابراہیمؑ پر مزید کرم یہ فرمایا کہ اُنھیں اسحاق جیسا بیٹا اور یعقوبؑ جیسا پوتا مرحمت فرمایا جس کی نسل سے ہزاروں انبیاء اور لاکھوں صلحاء پیدا ہوئے۔ معلوم ہوا کہ نیک اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی خاص نوازشات میں سے ہے۔

وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ

اور نوحؑ کو ہدایت دی تھی ان سے پہلے اور اس کی اولاد میں ۱۰۶؂ سے داؤدؑ اور سلیمانؑ اور ایوبؑ

وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٥﴾ وَزَكَرِيَّا

اور یوسفؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ کو (راہِ راست دکھائی) اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور (ہم نے

وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۚ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٨٦﴾ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ

ہدایت دی) زکریاؑ اور یحییٰؑ اور عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو (یہ) سب صالحین میں سے تھے اور (ہدایت دی) اسمٰعیلؑ اور الیسعؑ

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ﴿٨٧﴾ وَمِنْ اٰبَائِهِمْ وَ

اور یونسؑ اور لوطؑ کو اور ان سب کو ہم نے ۱۰۷؂ فضیلت دی سارے جہان والوں پر اور ہدایت دی اُن کے کچھ باپ دادوں اور

ذُرِّيّٰتِهِمْ وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٨٨﴾

ان کی اولاد اور اُن کے بھائیوں کو اور ہم نے چُن لیا ان (سب) کو اور ہدایت دی ان (سب) کو راہِ راست کی

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا

یہ ۱۰۸؂ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے رہنمائی کرتا ہے اس کے ساتھ جس کی چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور اگر وُہ شرک کرتے

لَحَبِطَ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٩﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

تو ضرور ضائع ہو جاتا ان سے وُہ (عمل) جو وُہ کیا کرتے تھے یہ وُہ لوگ تھے ہم نے عطا کی تھی جنھیں کتاب

۱۰۶؂ بعض نے کہا ہے کہ ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السّلام ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ حضرت نوح ای من ذریة ابراهيم وقيل ومن ذرية نوح (القرطبی)

۱۰۷؂ کلا هدينا، كل من الصالحين اور كلا فضلنا کے پیارے پیارے جُملے پڑھ کر احساس ہونے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں اور برگزیدہ رسُولوں کا ذِکر آتے ہی رحمتِ الٰہی کے سمندر میں جوش آرہا ہے۔

۱۰۸؂ یہ ہدایت محض فضلِ ایزدی کی جلوہ طرازی ہے اور جس پر اس کی نگاہِ لُطف و کرم پڑ گئی وُہ ہدایت یافتہ ہو گیا۔

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا

اور حکمت اور نبوّت تو اگر انکار کریں ۱۰۹ اس کا یہ (مکہ والے) تو ہم نے مقرر کر دیئے ہیں اس کو ماننے کے لیے

لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۹۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ

ایسے لوگ جو اس کے ساتھ کفر کرنے والے نہیں یہی وُہ لوگ ہیں جنھیں ہدایت دی تھی اللہ نے تو انھیں کے ۱۱۰

ع ۱۰ ۸/۱۶ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع

طریقہ کی پیروی کرو آپ فرمائیے ۱۱۱ میں نہیں مانگتا تم سے اس تبلیغ قرآن پر کوئی اُجرت نہیں ہے وُہ ۱۱۲ (قرآن) مگر نصیحت سارے جہانوں کے لیے

۱۰۹ء اگر کفارِ مکّہ ہماری آیات کو نہ مانیں اور دعوتِ اسلام کو قبول نہ کریں تو وُہ اپنا ہی زیان کریں گے اِسلام کو تو کوئی نقصان نہ پہنچے گا کیوں کہ اِس دینِ حق کو قبول کرنے کے لیے اس کا پیغام دُنیا کے گوشہ گوشہ تک پہنچانے کے لیے اور اس کے پرچم کو ہر قیمت پر سربلند رکھنے کے لیے ہم نے ایک قوم (یعنی انصار، مہاجرین اور دُوسرے لوگ جنھیں توفیقِ ایمان نصیب ہوئی) مقرر کر دی ہے۔

۱۱۰ء اِقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے موافق کوئی کام کرنا۔ علامہ قطب الدین رازیؒ کشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہاں اِقتدار سے مقصود صرف اخلاقِ فاضلہ اور صفاتِ کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی موافقت کرنا ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر وُہ خوبی اور کمال جو دُوسرے انبیا میں متفرق طور پر پایا جاتا تھا حضور علیہ الصلوٰة والسّلام ان سب کمالات کے جامع ہیں۔ اِس لیے سب سے افضل و اکمل ہیں۔ (رُوح المعانی) ؎

حسنِ یوسفؑ، دمِ عیسیٰؑ، یدِ بیضا داری — آنچہ خُوباں ہمہ دارند تُو تنہا داری

۱۱۱ء بعض کفار اس غلط فہمی میں مُبتلا تھے کہ نبوّت کا دعویٰ صرف مال و دولت اکٹھا کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو حکم فرماتے ہیں کہ آپ اعلان کر دیجئے کہ دعوتِ اسلام میرا پیشہ نہیں بلکہ مقصدِ حیات ہے۔ میں اس کے ذریعہ سے دولت جمع نہیں کرنا چاہتا بلکہ میرا مدعا تو فقط یہ ہے کہ تم گمراہی کی دلدل سے نکل کر شاہراہِ ہدایت پر آجاؤ۔ تمھارے رب سے تمھارا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر جوڑ دیا جائے۔

۱۱۲ء جو کتاب میں تمھیں پڑھ کر سُناتا اور سمجھاتا ہُوں اس سے میری ذاتی اغراض وابستہ نہیں۔ یہ تو ہر قسم کی اغراض سے بالاتر ہے یہ تو ایک آفاقی دعوتِ رُشد اور ایک عالمی پیغامِ ہدایت ہے۔ اس کے پیشِ نظر کسی شخص، کسی قوم اور کسی مُلک کی برتری دُوسروں پر قائم کرنا نہیں بلکہ سب کو ایک سطح پر ایک صف میں کھڑا کرنا اور امن و سلامتی کی راہ پر گامزن کرنا ہے۔ عرب اپنی قومی اور لسانی برتری پر محکم یقین رکھتے تھے۔ ان کی عرب قومیّت کے جذبات کو مُشتعل کر کے اور اُن کے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

اور نہ قدر پہچانی ۱۱۳ انھوں نے اللہ کی جیسے حق تھا اس کی قدر ۱۱۴ پہچاننے کا جب کہا اُنھوں نے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی آدمی پر

دِلوں میں دُوسرے ممالک پر عربی غلبہ و اقتدار کی ہوس بیدار کر کے اپنی طرف مائل کرنا بہت آسان تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنی مشکلات سے بھی دوچار نہ ہونا پڑتا۔ لیکن یہ کامیابی عارضی اور وقتی ہوتی۔ اگر ایسا کیا جاتا تو ایک عالمی دین قوم و وطن کی تنگ حدُود میں بند ہو کر رہ جاتا۔ اس لیے جہاں کہیں بھی قرآن کا ذکر کیا گیا ہے کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ یہ عرب کے لیے ہے بلکہ فرمایا ان ھو الا ذکری للعلمین سب جہانوں کے لیے ہے۔ سب شرقی و غربی، رُومی و حبشی، عربی اور عجمی کے لیے اس کا پیغام ہدایت ہے۔

۱۱۳ قدر کا کیا معنی ہے؟ صاحب رُوح المعانی لکھتے ہیں کہ قدر کا اصلی معنی تو کسی چیز کی مقدار کو جاننا ہے لیکن اب اس کا اطلاق کسی چیز کو اس کے تمام پہلوؤں سے پہچاننے پر ہوتا ہے۔ اب کثرتِ استعمال سے یہی اس کا معنی حقیقی ہو گیا ہے۔
واصل القدر معرفة المقدار بالسبر ثم استعمل فی معرفة الشیٔ علی اتم الوجوه حتی صار حقیقة فیه (روح)
اخفش کہتے ہیں کہ وُہ لوگ جن کی زبان سے اگلا جملہ نکل رہا ہے اُنھوں نے گویا اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر پہچانا ہی نہیں اس کی حکمت اور رحمت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا۔

۱۱۴ یہ کہنے والے کون تھے؟ بعض نے کہا ہے کہ مشرکینِ مکہ نے یہ بات کہی تھی۔ کیونکہ وُہ سرے سے ہندوستان کے برہمنوں کی طرح وحی اور نبوّت کے ہی قائل نہ تھے لیکن اس پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ ان کے نظریہ کی تردید حضرت مُوسیٰؑ پر نزولِ تورات سے درست نہیں۔ کیوں کہ وُہ تو مُوسیٰؑ کی نبوّت کے بھی قائل نہ تھے۔ اور جمہور کا یہ خیال ہے کہ یہ بات یہود نے کہی تھی لیکن اس پر شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ یہود یہ کیوں کر کہہ سکتے تھے کہ کوئی انسان نبی نہیں ہو سکتا۔ حالاں کہ وُہ حضرت مُوسیٰؑ اور صدہا دُوسرے انبیاء کی نبوّت کو تسلیم کرتے تھے۔ نیز یہ سُورۃ مکّی ہے اور مکّہ میں یہود موجود ہی نہ تھے۔ تو ان سے یہ مکالمہ کیسے ہوا۔ اس لیے اس آیت کی وضاحت ضروری ہے۔ حقیقت یُوں معلوم ہوتی ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوّت اور نزُولِ وحی کا دعویٰ کیا تو اہلِ مکّہ کے لیے یہ بالکل انوکھی چیز تھی۔ وُہ اس بات کے قائل ہی نہ تھے کہ کوئی نبی بھی خُدا کی طرف سے مبعُوث ہوتا ہے اور اس پر خدا کی طرف سے وحی بھی آتی ہے۔ پہلے پہل تو اُنھوں نے صاف انکار ہی کر دیا۔ لیکن جب آیاتِ قرآنی کا جمال ان کے دِلوں کو بھانے لگا اور حضورؐ کی رُوح پرور سیرت انھیں اپنی طرف مائل کرنے لگی تو وُہ اب مسئلہ کو سوچنے پر مجبُور ہو گئے اور اس مشکل کو حل کرنے کے لیے اُنھوں نے یہودِ یثرب کی طرف رجُوع کیا۔ ان کو تاہ اندیشوں کو حضورؐ کی نبوت میں اپنی محرُومی اور ذلّت نظر آ رہی تھی۔ اُنھیں اپنے ہاتھوں اپنا تاج اُتار کر دُوسرے کے سر پر رکھنا کب گوارا تھا۔ چنانچہ اُنھوں نے از راہ عناد و حسد اپنے مسلّمات اور نظریات کے خلاف اُنھیں کہلا بھیجا کہ اے اہلِ حرم! تم اس شخص کو ہرگز نبی نہ ماننا۔ ہم اپنے علم کی بنا پر تمھیں بتاتے ہیں کہ خُدا نے آج تک کسی انسان پر وحی نہیں بھیجی تو یہ انسان ہو کر کیسے اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ وُہ نبی ہیں اور وحی

شَیۡءٍ ؕ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡکِتٰبَ الَّذِیۡ جَآءَ بِہٖ مُوۡسٰی نُوۡرًا وَّ

کوئی چیز (یعنی وحی)، آپ پوچھیئے کس نے اُتاری تھی وُہ کتاب جسے لے آئے تھے موسیٰؑ (جو سراسر) نُور تھی اور (سراپا)

هُدًی لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَہٗ قَرَاطِیۡسَ تُبۡدُوۡنَہَا وَ تُخۡفُوۡنَ کَثِیۡرًا ۚ

ہدایت تھی لوگوں کے لیے تم نے بنا لیا ہے اسے الگ الگ کاغذ ١١٥ ظاہر کرتے ہو اسے اور چھپا لیتے ہو (اس کا) بہت سا (حصہ)

وَ عُلِّمۡتُمۡ مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَ لَاۤ اٰبَآؤُکُمۡ ؕ قُلِ اللّٰہُ ۙ ثُمَّ ذَرۡہُمۡ فِیۡ

اور تمھیں سکھایا گیا جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا آپ فرما دیجئے اللہ! پھر چھوڑ دیجئے انھیں ١١٦

خَوۡضِہِمۡ یَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۲﴾ وَ ہٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰہُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیۡ

(تاکہ) وُہ اپنی بیہودہ باتوں میں کھیلتے رہیں اور یہ (قرآن) کتاب ہے ہم نے اُتارا ہے اس کو ١١٧ بابرکت ہے تصدیق کرنے والی ہے

سے مشرف ہیں۔ ان یہود کے رد میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تمھارا یہ قول درست ہے تو پھر موسیٰ علیہ السّلام بھی تو انسان تھے ان پر وحی کیسے نازل ہوئی۔ اور تورات کون لایا؟ جب موسیٰ علیہ السّلام پر تورات نازل ہُوئی حالانکہ وُہ انسان تھے تو حضور پُرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم پر قرآن کے نازل ہونے میں کیا شک ہے۔

١١٥ یہود کے اِس قول کی تکذیب کرنے کے بعد ان کی مزید مذمت کی جا رہی ہے کہ تم تو وُہ ناشکرے اور احسان فراموش ہو کہ تورات جیسی سراپا نور و ہدایت کتاب کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس حصہ کو اپنی خواہشات اور اغراض کے مطابق پایا اسے اپنا لیا اور جس حصہ کو اپنے دُنیاوی مقاصد سے متصادم محسوس کیا اسے چھپا دیا۔ کیا وحی الٰہی کے امینوں اور رسالتِ موسوی کے وارثوں کو یہ بات زیب دیتی ہے؟

١١٦ اے حبیبؐ! ان سے زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ تمھارے انکار سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ یہ کہہ کر انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اللہ تعالیٰ ان کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گا۔

١١٧ اِس کتاب کی متعدد صفات اور خصوصیات بیان ہو رہی ہیں جس کے بارے میں اہلِ مکّہ اِس کشمکش میں مبتلا تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بھی یا نہیں۔ فرمایا یہ مبارک ہے یعنی برکت والی ہے۔ برکت کا معنی ہے الزیادة والنماء۔ کسی تھوڑی چیز کا زیادہ ہو جانا۔ کسی چھوٹی چیز کا بڑا ہو جانا۔ اُمّتِ اِسلامیہ کی ساری تاریخ قرآن کی اِس ایک صفت کی جلوہ گاہ ہے۔ عرب کے اَن پڑھ ساربان وسیع ملکوں اور عظیم قوموں کی زمامِ اقتدار اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور ساری دُنیا عدل و انصاف اور پاکیزگی اور تقویٰ کے نور سے جگمگا اُٹھتی ہے۔ وُہ ایک ایک کوڑی کے لیے اِنسانی جان ضائع کرنے والا

بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ

اس (وحی) کی جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) اور اس لیے تاکہ ڈرائیں آپ مکہ (والوں) کو اور جو اس کے ارد گرد ہیں اور جو ایمان لاتے ہیں

بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ

آخرت کے ساتھ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر (بھی) اور وہ اپنی نماز کی پابندی کرتے ہیں اور کون

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ

زیادہ ظالم ہے ۱۱۸ اس سے جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا کہے کہ وحی کی گئی ہے میری طرف حالانکہ نہیں وحی

اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ

کی گئی اس کی طرف کچھ بھی اور (کون زیادہ ظالم ہے اس سے) جو کہے کہ میں (بھی) نازل کروں گا ایسا ہی (کلام) جیسے نازل کیا ہے اللہ نے کاش تم دیکھو جب

بھوکا بدّو اتنا سیر چشم اور دل کا غنی ہو جاتا ہے کہ کسریٰ کے محلات کی ثروت اور بیش قیمت ساز و سامان اس کی حفاظت میں مدینہ طیبہ بھیجا جاتا ہے اور اس میں ایک سوئی کی خیانت بھی نہیں ہوتی۔ سنگ دل اعرابی اس کتاب کے اثر سے اتنا رحیم و کریم ہو جاتا ہے کہ وہ اس خیمہ کو اکھاڑنا بھی گوارا نہیں کرتا جس میں ایک فاختہ نے انڈے دے رکھے ہیں۔ اس کتاب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ سابقہ کتابوں اور انبیاء کی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کے ماننے والوں اور مخالفین کے ہاتھوں ان میں جو ردّ و بدل ہو گیا ہے اس کا پتہ بتاتی ہے۔ اور اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اہلِ مکہ اور اس کے شرق و غرب اور جنوب و شمال میں پھیلی ہوئی ساری انسانی دنیا کو خدا کے عذاب سے اور بدکاریوں کے طبعی نتائج سے ڈراتی ہے۔ اے مکہ کے دانشورو! تم خود سوچو جو کتاب ان خوبیوں کی حامل ہو۔ اور جس کے پیشِ نظر سارے عالمِ انسانیت کی اصلاح ہو اور جس کے اثر سے ان وحشیوں اور درندہ صفت بدّوؤں سے ایک ایسی جماعت بھی تیار ہو چکی ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کی تعمیل میں سرگرم ہو کیا یہ کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب ہو سکتی ہے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اس نے اپنی ساری مخلوق کی ہدایت کے لیے اپنے مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء پر نازل فرمائی ہے۔

۱۱۸ واقعی اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم اور نوعِ انسانی کا دشمن ہو سکتا ہے جو اپنی من گھڑت باتوں کو وحیِ الٰہی کہہ کر لوگوں کے سامنے پیش کرے اور ان پر ایمان لانے کی دعوت دے یا یہ دعوے کرے کہ کلامِ الٰہی کی طرح میں کلام نازل کر سکتا ہوں۔ جو بد نصیب ایسے گستاخوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ان کے کلام کی لغویت اور بے ہودگی سے متنفر ہو کر وحیِ الٰہی سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا نقصان اور خسارہ ہے۔

الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا

ظالم ۱۱۹ موت کی سختیوں میں (گرفتار) ہوں اور فرشتے بڑھائے ہوئے ہوں (ان کی طرف) اپنے ہاتھ (اور انہیں کہیں کہ) ۱۲۰ نکالو

اَنْفُسَكُمْ ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى

اپنی جانوں کو۔ آج تمہیں دیا جائے گا ذلت کا عذاب اس وجہ سے کہ تم بہتان لگاتے تھے اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا

پر ناحق اور تم اس کی آیتوں (کے ماننے) سے تکبر کیا کرتے تھے اور بے شک آگئے ہو تم ہمارے پاس ۱۲۱ اکیلے

فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ

اکیلے جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تمہیں پہلی دفعہ اور تم چھوڑ آئے ہو جو ہم نے عطا فرمایا تھا تمہیں اپنے پیچھے

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۭ

اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ ان سفارشیوں کو جن کے متعلق تم خیال کرتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں (ہمارے) شریک ہیں

۱۱۹ ان گستاخوں اور بیباکوں کے حسرت ناک انجام کا ذکر ہو رہا ہے۔ غمرات کا واحد غمرۃ ہے۔ غمرۃ اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو ڈبو دے اور اس کو ڈھانپ لے ومنہ غمرۃ الماء۔ یہاں غمرات سے مقصود موت کی سختیاں اور تکلیفیں ہیں

۱۲۰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرتے وقت کافر کی روح کو کہا جائے گا اس کے بدن سے نکلو اس حال میں کہ تم خود بھی اس مفارقت پر ناراض ہو اور خدا بھی تم پر ناراض ہے۔ نکلو عذاب الٰہی کی سختیوں کی طرف۔ ایتھا النفس الخبیثۃ اخرجی ساخطۃ مسخوطۃ علیک الی عذاب اللہ۔ اگرچہ جسم سے روح کو ملک الموت نکالے گا لیکن زجرو توبیخ کے لیے انہیں یہ کہا جائے گا۔

۱۲۱ فرادی کا واحد فردان ہے جیسے سکاری کا سکران۔ اور بعض اہل لغت کا خیال ہے کہ اس کا واحد فرد ہے۔ اس کا معنی ہے اکیلے اکیلے (قرطبی) خوّلنا ای اعطینا۔ وہ ظالم جو خود نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ایسی وحی تو ہم بھی اُتار سکتے ہیں ان کی حالت ذرا قیامت کے دن دیکھنے کے قابل ہوگی۔ تن تنہا بے یار و مددگار بارگاہ ربّ ذوالجلال میں پیش کیے جائیں گے۔ اور وہ جھوٹے خدا جن کی وہ عمر بھر پرستش کرتے رہے ان کا وہاں نام و نشان تک نہ ہوگا وہ گھرے تعلقات اور بڑی بڑی توقعات سب ختم ہو کر رہ جائیں گی۔ شفعاءکم سے مراد

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ ١١ ع ٤ ١٧

بے شک ٹوٹ گئے تمہارے سارے رشتے اور کھو گئے تم سے جو تم دعوے کیا کرتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ ہی ١٢٢

الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ

پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو نکالتا ہے زندہ کو مُردہ سے اور نکالنے والا ہے مُردہ کو زندہ سے ١٢٣

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٦﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا

یہ ہے اللہ ١٢٤ پس کدھر تم بہکے چلے جا رہے ہو وُہ نکالنے والا ہے صبح کو (رات کی تاریکی سے) ١٢٥ اور بنایا ہے اُس نے رات کو آرام کے لیے

وُہ بُت ہیں جن کی وُہ عبادت کیا کرتے تھے اور اُنھیں خدا کا شریک بناتے تھے۔ یرید الاصنام وکان المشرکون یقولون الاصنام شرکاء اللہ وشفعاء نا عندہ (القرطبی) مُراد بُت ہیں۔ مشرک کہا کرتے کہ ان کے بُت اللہ کے شریک اور ان کے شفیع ہیں۔

١٢٢ الفلق: الشق فلق کا معنی ہے چیرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے وُہ کرشمے جن کا ہم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہیں ان کا ذکر کر کے ان میں غور و فکر کی دعوت دی جا رہی ہے اور پُوچھا جا رہا ہے کہ اے عقل کے دُشمنو! یہ بتاؤ کہ عبادت کے لائق وُہ ذاتِ والا صفات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں کہ وُہ خشک دانے اور سخت گٹھلی کو چیر کر اس سے سرسبز پودے اور بلند و بالا درخت اُگاتا ہے۔ یا وُہ بے بس اور بے جان پتھر وغیرہ کے بُت جنھیں اپنی بھی خبر نہیں۔ گندم کے دانے کا دل چیر کر کس طرح گندم کا پودا نکلتا ہے جس کی کئی بالیں ہوتی ہیں اور ہر بال پہ الگ الگ خوشہ ہوتا ہے جس میں سینکڑوں دانے مضبوط غلافوں میں لپٹے ہُوئے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس چھوٹے سے دانے میں سے کیونکر نکلا۔ اور اب تک اس میں کیونکر سمٹا رہا۔ آم کی چھوٹی سی گٹھلی سے اتنا بڑا درخت کیسے پیدا ہو گیا۔ اگر انسان اِسی میں تامّل کرے تو حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔

١٢٣ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دُوسرا اعجاز۔ بے جان انڈے سے جاندار مُرغی اور قطرۂ آب سے زندہ انسان۔ یا بد سے نیک اور نیک سے بد۔

١٢٤ ذٰلکم مبتدا۔ اللہ خبر ہے یعنی اللہ اور معبُودِ برحق تو وُہ ذات ہے جس کی قدرت کے یہ کرشمے ہیں۔ تعجّب ہے تم پر اگر اس کے بعد بھی تم دُوسروں کو خُدا سمجھتے رہو۔

١٢٥ صبح، صباح اور اِصباح تینوں ہم معنی ہیں (قرطبی)۔ سکناً کا معنی ہے آرام اور راحت کا وقت۔ ای محلاً للسکون (قرطبی) حسباناً ای بحساب یتعلق به مصالح العباد (قرطبی) یعنی اِس حساب اور اندازے سے سُورج اور چاند کی حرکت مقرر فرما دی ہے جس سے دِن، مہینے اور سال بنتے ہیں۔ جس سے گرمی، سردی، بہار اور خزاں کے موسم

وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٧﴾ وَهُوَ

اور (بنایا ہے) سورج اور چاند کو حساب کے لیے یہ اندازہ ہے (مقرر کیا ہوا) سب سے زبردست، سب کچھ جاننے والے کا اور وہی ہے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ

جس نے بنایا ہے تمہارے لیے ستاروں کو تاکہ سیدھی راہ معلوم کر سکو اُن سے خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں

قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٨﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ

بے شک ۱۲۶ ہم نے کھول کر بیان کر دیئے ہیں دلائل ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں اور وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک

نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

جان سے ۱۲۷ پھر (تمہارے لیے) ایک ٹھیرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی بے شک ہم نے تفصیل سے بیان کر

ظہور پذیر ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہر طرح مستفید ہوتی ہے۔ پہلی آیت میں دانہ اور گٹھلی جو بظاہر معمولی چیزیں ہیں ان کا ذکر فرمایا تھا۔ اس آیت میں نظام شمسی کے دو اہم ستاروں سورج اور چاند کا ذکر ہو رہا ہے۔ بتانا یہ ہے کہ کارخانۂ ہستی کی ہر چھوٹی بڑی چیز اسی کی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ ہے۔ اسی کی حکمت اور علم نے ان کے لیے ایسے اندازے اور ضابطے مقرر کر دیئے ہیں جن کے وُہ پابند ہیں اور سب اُس کے حکم کی تعمیل اور اس کے فرمان کی بجا آوری میں سرگرم عمل ہیں۔ اور زندگی کی یہ ہما ہمی موجود ہے۔

۱۲۶ یعنی اہلِ علم و دانش کے لیے کائناتِ ہستی کی ہر چیز میں توحید کی دلیلیں موجود ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی آپ کوئی چیز لیں اس کی وضع و قطع کی موزونیت، اس کی خصوصیات، اس کے اَن گنت فوائد اور پھر سارے نظامِ عالم کے ساتھ اس کی وابستگی کو دیکھ کر انسان مجبوراً کہہ اُٹھتا ہے کہ اس کے بنانے والی ذات بڑی قدرت، علم اور حکمت کی مالک ہے۔ جتنا علم زیادہ ہوگا اسی مناسبت سے عرفانِ توحید زیادہ ہوگا۔

۱۲۷ زمین و آسمان کی مختلف اشیاء کے ذکر کے بعد قدرت اپنے شاہکار حضرتِ انسان کا ذکر کر رہی ہے کہ ان سب کا اصل الاصول اور جدِّ امجد ایک آدم ہے علیہ السّلام مستقر کا معنی ہے قرار پکڑنے کی جگہ۔ مستودع کہتے ہیں اُس جگہ کو جہاں کوئی چیز بطور امانت رکھی جاتی ہے۔ آیت میں ان الفاظ سے کیا مُراد ہے۔ اس کے متعلق علما کے متعدّد اقوال ہیں بعض نے کہا کہ مستقر سے مُراد ماں کا شکم ہے اور مستودع سے باپ کی پیٹھ۔ بعض نے کہا کہ مستقر سے مراد زمین ہے جہاں انسان دُنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مستودع سے مُراد قبر ہے جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گزارنا ہوتا ہے۔

يَفْقَهُونَ ﴿٩٩﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ

دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو (حقیقت کو) سمجھتے ہیں اور وہی ہے ۱۲۸؎ جس نے اتارا بادل سے پانی تو ہم نے نکالی اس کے ذریعے اُگنے

كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۚ وَ

والی ہر چیز پھر ہم نے نکال لیں اس سے ہری ہری بالیں نکالتے ہیں اس سے (خوشہ جس میں) دانے ایک دوسرے پر چڑھے ہوتے ہیں اور

مِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ

(نکالتے ہیں) کھجور سے یعنی اس کے گابھے سے گچھے نیچے جھکے ہوئے اور (ہم نے پیدا کیے) باغات انگور اور

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انْظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ

زیتون اور انار کے بعض (شکل و ذائقہ میں) ایک جیسے ہیں اور بعض الگ الگ دیکھو ہر درخت کے پھل کی طرف

إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٠﴾ وَجَعَلُوا

جب وہ پھل دار ہو اور (دیکھو) اس کے پکنے کو ۱۲۹؎ بے شک ان میں ۱۳۰؎ نشانیاں ہیں (اس کی قدرتِ کاملہ کی) اس قوم کے لیے جو ایمان لے آئے اور بنایا

۱۲۸؎ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی اعجاز آفرینیوں کے ذکر کا سلسلہ جاری ہے۔ یہاں انسانی بقا کے لیے اس کی خوراک کا جو انتظام فرمایا گیا ہے اس کا بیان ہو رہا ہے۔ خضر بمعنی اخضر یعنی سرسبز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد گندم، جو، مکی اور چاول کے پودے ہیں جن پر خوشے لگتے ہیں۔ قال ابن عبّاس یرید القمح والشعیر والسلت والذرۃ والارز وسائر الحبوب (قرطبی) قِنْوَان جمع ہے قِنْوٌ یا قُنْوٌ کی اس کا معنی ہے گچھہ۔

۱۲۹؎ یہاں دیکھنے سے مراد سرسری دیکھنا نہیں بلکہ غور و تدبّر سے دیکھنا ہے تاکہ قدرت کی کرشمہ سازی اور اس کی حکمت کی پختہ کاری کے جلوے نظر آنے لگیں۔ یَنْعِہ مصدر مضاف ہے ضمیر کی طرف اس کا معنی ہے پھل کا پکنا۔ قال الجوهری ینع الثمر یَیْنَعُ وَیَیْنِعُ یَنْعًا ویُنْعًا ویُنوعًا ای نضج (القرطبی)

۱۳۰؎ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا پہچاننا مشکل نہیں۔ تمہارے اُوپر اور نیچے، تمہارے دائیں اور بائیں میری مصنوعات اور تخلیقات کا جو بازار سجا ہوا ہے اسی میں غور کرو۔ ہر چیز یہ پکارتی ہوئی سنائی دے گی کہ وہ اپنی نیرنگیوں اور بوقلمونیوں سمیت خود بخود موجود نہیں ہوگئی بلکہ اس کا ایک بنانے والا ہے جو سب کچھ جاننے والا ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ ذرا دیکھو بیج کا دانہ شق ہو رہا ہے۔ اس میں سے ایک نرم و نازک بال نکل آئی ہے۔ اسے آپ کمزور نہ سمجھئے یہ تو مٹی کی کئی

لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

اُنھوں نے ۱۳۱؎ اللہ کا شریک جنوں کو حالانکہ اللہ نے پیدا کیا ہے انھیں اور گھڑ لیے ہیں اُنھوں نے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں محض جہالت سے

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ ع بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى

۱۲ ع ۱۸

پاک ہے وُہ اور برتر ہے اس سے جو وُہ بیان کرتے ہیں موُجد ہے آسمانوں ۱۳۲؎ اور زمین کا کیوں کر

اِنچ موٹی تہ کو چیر کر نکلی ہے ۔ یہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے ۔ وُہ بال اَب ایک ننھے سے تنے میں تبدیل ہو رہی ہے ۔ ہوا کے تھپیڑوں کو برداشت کرنے کے لیے مناسب فاصلوں پر اس میں گرہیں ڈالی جا رہی ہیں ۔ اب اس کے سر پر ایک خوشہ سا نمُودار ہو گیا ہے ۔ اس کی جیبیں اَب دانوں سے بھر گئی ہیں ۔ یہ پودا جو پہلے ہرا بھرا اور نرم و نازک تھا اب اپنا رنگ تبدیل کر رہا ہے ۔ غور کرنے والی آنکھ خود فیصلہ کر لے کہ کیا یہ اندھے مادے کی کاریگری ہے یا علیم و حکیم پروردگار کی صنعت کا اعجاز ہے ۔ پھل لگنے سے لے کر پکنے تک اس کی مقدار ، اس کی بُو اور اس کے ذائقہ میں آہستہ آہستہ موقع بموقع جو تبدیلیاں رُونما ہوتی رہتی ہیں اسی پر انسان غور کرے تو حقیقت واضح ہو جائے گی ۔ اس آیت میں "انظر" کے معنی سرسری دیکھنے کے نہیں بلکہ غور و فکر سے دیکھنے کے ہیں ۔ ای نظر اعتبار لا نظر الابصار المجرد عن التفکر (قرطبی) میں یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتا کہ جس قوم کی آسمانی کتاب نے اُسے کائنات کی ہر چیز میں فکر و تدبّر کرنے کی ترغیب دلائی وُہی قوم اس میدان میں سب سے پیچھے نظر آ رہی ہے ۔ کیا ملّتِ اسلامیہ کے نوجوان اپنا مقام پہچانیں گے ۔ اپنا فریضہ ادا کرنے کے لیے کمرِ ہمّت باندھیں گے ۔ اپنے اولوا العزم اسلاف کی طرح لگاتار محنت مسلسل جدوجہد کو اپنا شعار بنائیں گے ۔ اس طرح صرف وُہ خود ہی شہرت کے آسمان پر مہرو ماہ بن کر نہیں چمکیں گے بلکہ اپنی ملّت کا نام بھی روشن کر دیں گے اور انسانیت کی قیادت ایک بار پھر ان ہاتھوں میں آ جائے گی جنھیں کنتم خیر امۃ کا اعزاز بخشا گیا ہے ۔

۱۳۱؎ ان مشرکین کی حماقت کی کوئی حد ہے کہ اُنھوں نے جنّوں کو جو اُن جیسی مخلوق ہیں خدا کا شریک بنایا ہوا ہے ۔ مزید برآں اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لی ہیں ۔ یہ ایسی خرافات تھیں جن میں اہلِ عرب کے علاوہ اور قومیں بھی مبتلا تھیں ۔ عیسائی حضرت عیسٰی علیہ السّلام کو اور بعض یہُود حضرت عزیر علیہ السّلام کو خدا کا بیٹا اور مشرکینِ عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں یقین کرتے تھے ۔ نعُوذ باللہ ۔

۱۳۲؎ بدیع اُس پیدا کرنے والے کو کہا جاتا ہے جس نے کوئی نمُونہ سامنے رکھے بغیر کسی چیز کو پیدا کیا ہو ۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اسی نے آسمان اور زمین کو بغیر کسی سابقہ مثال اور نمُونہ کے تخلیق فرمایا ۔ وُہ ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی مخلوق ہے ۔ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف عبُودیّت اور بندگی کا ہی رشتہ ہے ۔ فرزندی یا قرابت کا کوئی رشتہ نہیں ۔ کیوں کہ جس نے محض اپنی قدرت سے زمین اور آسمان کو پیدا کر دیا اسے اب بیٹوں اور دُوسرے رشتہ داروں اور سہاروں کی

يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهُ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ

ہو سکتا ہے اس کا کوئی لڑکا حالانکہ نہیں ہے اس کی کوئی بیوی ۔ اور پیدا فرمایا ہے اس نے ہر چیز کو اور وُہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ

ہر چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے یہ اللہ ہے (جو) تمہارا پروردگار ہے نہیں کوئی خدا سوائے اس کے ۔ پیدا کرنے والا ہے ہر

شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا تُدْرِكُهُ

چیز کا پس عبادت کرو اس کی اور وُہ ہر چیز پر نگہبان ہے نہیں گھیر سکتیں اسے ۱۳۳

ضرُورت نہیں ۔ اور اگر تم اپنے اُجڈ پنے سے اُس کی اولاد بنانے پر مُصر ہو تو پہلے یہ بتاؤ کہ اس کی بیوی کون ہے جس کے بطن سے اس کی یہ اولاد ہُوئی ۔ اور جب اس کی بیوی ہی نہیں تو اولاد کہاں سے آگئی ۔

۱۳۳ ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا اس کا احاطہ کر لینا ۔ الادراك بمعنى الاحاطة والتحديد (قرطبی) اور یہ ظاہر ہے کہ احاطہ صرف اس چیز کا کیا جا سکتا ہے جو محدُود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدُود ہے اور نہ کسی خاص جہت میں موجُود ۔ اِس لیے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے ۔ ہاں دُنیا کی اور ہر چیز کتنی بڑی سے بڑی کیوں نہ ہو اس کا کوئی گوشہ اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط سے باہر نہیں ہو سکتا ۔ معتزلہ اور خوارج نے اِس آیت سے یہ اخذ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اِس دُنیا میں اور آخرت میں ناممکن ہے ۔ لیکن ان کا یہ استنباط غلط ہے ۔ کیونکہ قرآن کی دُوسری آیات صاف بتا رہی ہیں کہ قیامت کے دن مومنین کو دیدارِ الٰہی ہوگا ۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (بعض چہرے اس روز شگفتہ ہوں گے اور اپنے ربّ کی طرف دیکھ رہے ہوں گے) اور اگر یہ محال عقلی ہو تو حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کبھی دیدار کا سوال نہ کرتے ۔ کیونکہ نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ ایسی بات کا سوال کرے جو محال ہو ۔ نیز احادیثِ صحیحہ اور جلیل القدر صحابہؓ اور عُلماءِ اُمّت کے اقوال سے ثابت ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے اپنے محبُوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنے دیدار سے مشرّف فرمایا ۔ مروان نے حضرت ابُوہریرہؓ سے پُوچھا هل راى محمّد ربه ؟ کیا مُصطفیٰ علیہ السّلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا فقال نعم ۔ تو حضرت ابُوہریرہؓ نے جواب دیا ہاں ۔ حضرت ابنِ عبّاسؓ کا بھی یہی قول ہے ۔ حضرت احمدؒ بن حنبل سے اس کے متعلق پُوچھا گیا تو فرمایا ۔ انا اقول بحديث ابن عباس : بعينه راه راه حتى انقطع نفسه : میرا تو وُہی قول ہے جو ابنِ عبّاسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ یہ لفظ امام احمدؒ نے اِتنی بار دُہرایا کہ آپ کا سانس ٹوٹ گیا ۔ وكان الحسن يحلف بالله الذى لا اله الا هو لقد راى محمّد ربه : حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے مجھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی خُدا نہیں حضُور علیہ السّلام نے اپنے ربّ

الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٠٤﴾ قَدْ

نظریں اور وُہ گھیرے ہُوئے ہے سب نظروں کو اور وُہ بڑا باریک بین (اور) پُوری طرح باخبر ہے بے شک

جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ

آئیں تمھارے پاس آنکھیں کھولنے والی دلیلیں اپنے رب کی طرف سے ۱۳۴ تو جس نے آنکھوں سے دیکھا تو اُس نے اپنا فائدہ کیا اور جو اندھا بنا رہا

فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٥﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَ

تو اُس نے اپنا نقصان کیا اور نہیں ہُوں میں تم پر نگہبان اور اسی طرح ہم طرح طرح سے بیان کرتے ہیں (توحید کی) دلیلوں کو

لِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ

اور تاکہ بول اُٹھیں یہ لوگ کہ آپ نے خوب پڑھ سُنایا ہے ۱۳۵ اور تاکہ ہم واضح کردیں اس کو اُس قوم کیلئے جو علم رکھتی ہے پیروی کیجئے آپ اس کی جو وحی کی جاتی ہے

کا دیدار کیا ہے اگر کوئی شخص مُصر ہو کہ آیت میں ادراک کا معنی دیکھنا ہی ہے تو اس کا جواب بھی علماء کرام نے دیا ہے کہ عام نگاہیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتیں۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی کو اپنے شرفِ دیدار سے مشرّف کرنا چاہتا ہے تو اس میں ایسی قوت پیدا کردیتا ہے جس سے وُہ دیدار کرسکتا ہے۔ جیسے حضور کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعنی لا تدرکہ الابصار المخلوقة فی الدنیا لکنه یخلق لمن یرید کرامته بصرا وادراکا یراہ به کمحمد علیه السلام (القرطبی)

موسیٰ زہوش رفت زیک جلوۂ صفات تو عین ذات می نگری در تبسمی

۱۳۴ بصائر بصیرت کی جمع ہے جس طرح جسم کے لیے بصر (بینائی) ہے اسی طرح نفس و رُوح کے لیے بصیرت ہے۔ وھی للنفس کالبصر للبدن (بیضاوی) اور یہاں اس سے مُراد روشن دلیلیں ہیں یعنی بالبصیرة الحجة البینة الظاھرة (القرطبی) اس آیت کا مقصد یہ ہُوا کہ تمھاری ہدایت اور رہنمائی کے لیے روشن دلیلیں آگئی ہیں۔ اگر تم ان کی روشنی میں چلو گے تو اس میں تمھارا ذاتی فائدہ ہے کیونکہ اس طرح دین اور دُنیا کی عزتوں سے سرفراز کیے جاؤ گے۔ اور اگر آنکھیں بند رکھو گے تو خود ہی ہلاکت کے گڑھے میں گرو گے کسی کا کیا بگڑے گا۔

۱۳۵ درس دراسة سے مشتق ہے۔ اس کا معنی ہے کسی کو پڑھ کر سُنانا (القراۃ علی الغیر) مقصد یہ ہے کہ اگر ہم اپنی توحید کی دلیلوں کو صرف ایک ہی بار بیان کرتے تو کوئی سُنتا کوئی نہ سُنتا، کوئی سمجھتا اور کوئی نہ سمجھتا۔ اور اگر ایک ہی آیت کا بار بار تکرار ہوتا تو شاید کوئی اُکتا جاتا۔ اس لیے ہم ان دلائل کو مختلف رنگوں اور متعدد اسلوبوں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کے مخاطب یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوجائیں کہ واقعی آپ نے پُوری طرح دلیلیں ہمیں پڑھ کر سُنائی ہیں اور سمجھانے کا حق ادا کر

إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٠٧﴾ وَ

آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے۔ نہیں کوئی معبود بجز اس کے ١٣٦؎ اور منہ پھیر لو مشرکوں کی طرف سے اور

لَوْ شَآءَ اللَّهُ مَآ أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۚ وَمَآ أَنتَ

اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو وُہ شرک نہ کرتے اور نہیں بنایا ہم نے آپ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہیں

عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ ﴿١٠٨﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ

آپ ان کے ذمہ دار اور تم نہ بُرا بھلا کہو ١٣٧؎ انھیں جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا

اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ

(ایسا نہ ہو) کہ وُہ بھی بُرا بھلا کہنے لگیں اللہ کو زیادتی کرتے ہوئے جہالت سے۔ یُونہی آراستہ کر دیا ہے ہم نے ہر اُمّت کے لیے ان کا عمل

ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٩﴾ وَ

پھر اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اُنھوں نے پھر وُہ اُنھیں بتائے گا جو وُہ کیا کرتے تھے اور

دیا ہے۔ آیت کے اَور مطالب بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن یہ قول سب سے عُمدہ ہے۔ قال النحاس قول حسن (قرطبی)

١٣٦؎ آپ کفّار کی گمراہی پر ملول اَور غمگین نہ ہوں۔ آپ نے فہمائش کا حق ادا کر دیا۔ آپ زیادہ توجہ احکامِ الٰہی کی بجا آوری کی طرف دیا کریں۔ ای لا تشتغل قلبك وخاطرك بهم بل اشتغل بعبادة الله (قرطبی)

١٣٧؎ مبلّغ اگر صحیح تربیت یافتہ نہ ہو تو اپنے نظریات اَور عقائد کی تبلیغ و اشاعت کے جوش میں وُہ حدِّ اِعتدال سے تجاوز کر جاتا ہے اَور معقولیّت کا دامن اس کے ہاتھ سے چھُوٹ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے نظریات اَور عقائد کے متعلق اس کے سامعین کے دِلوں میں نفرت اور تعصّب پیدا ہو جاتا ہے اَور بسا اوقات نوبت گالی گلوچ تک پہنچ جاتی ہے۔ اِس آیت سے مبلّغینِ اِسلام کی تربیت مقصُود ہے تاکہ وُہ اِسلام کی دعوت کو پُوری شائستگی اَور متانت سے پہنچانے کے لیے تیّار ہو جائیں۔ اُنھیں حکم دیا کہ مشرکین کے باطل خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وُہ مشتعل ہو کر تمھارے معبُودِ برحق کی جناب میں گُستاخی کرنے لگیں۔ اِس انداز سے اُنھیں اِسلام کا پیغام پہنچاؤ اَور اُن کے عقائدِ باطلہ کی تردید کرو کہ اُنھیں تمھاری دعوت قبول کرنے کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہ رہے۔ عدوا ای جهلا واعتداء جہالت اَور زیادتی سے۔ علماء اصُول نے اِس آیت سے سدِ ذرائع کا قاعدہ اخذ کیا ہے جس کا مختصراً مطلب یہ ہے کہ ہر مباح کام جب کسی معصیت کا سبب بن جائے تو اس کو ترک کر دیا جائے گا۔

اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ لَىٕنْ جَآءَتْهُمْ اٰیَةٌ لَّیُؤْمِنُنَّ

وُہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی ۱۳۸ پُوری کوشش سے کہ اگر آ گئی ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور ایمان لائیں گے

بِهَاؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ مَا یُشْعِرُكُمْۙ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتْ

اس کے ساتھ۔ آپ فرمائیے کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تمھیں کیا خبر کہ جب یہ نشانی آجائے گی تو

لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَ نُقَلِّبُ اَفْـٕدَتَهُمْ وَ اَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ

(تب بھی) یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ہم پھیر دیں گے ۱۳۹ ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو جس طرح وُہ نہیں

یُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ نَذَرُهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ع ۱۳ ن ۱۹

ایمان لاتے تھے اس کے ساتھ پہلی مرتبہ اور ہم چھوڑ دیں گے انھیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔

۱۳۸ے کفّارِ قریش نے ایک بار حضور نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ہمیں بتاتے ہیں کہ مُوسیٰؑ اپنا عصا مار کر پتھر سے پانی کے چشمے جاری کر دیا کرتے تھے۔ عیسیٰؑ مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ اور ثمود کے پاس ایک اُونٹنی تھی۔ آپ بھی ہمیں کوئی نشانی دکھائیے تاکہ ہم آپ کی تصدیق کریں۔ حضورؐ نے فرمایا کون سی نشانی چاہتے ہو۔ کہنے لگے کہ اگر یہ صفا کی پہاڑی سونا بن جائے تو ہم ایمان لائیں گے۔ حضورؐ نے دُعا کی تو جبریلؑ حاضر ہُوئے اور آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو صفا کی پہاڑی ابھی سونا بن جائے۔ لیکن جس نے اس کے بعد بھی انکار کیا اُسے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ یا آپ انھیں اپنے حال پر رہنے دیں تاکہ جس وقت کوئی چاہے تائب ہو جائے اور اسلام قبول کرے تو حضورؐ نے فرمایا بل یتوب تائبھم یعنی مجھے دُوسری صُورت پسند ہے۔

۱۳۹ے یعنی ان کا یہ کہنا درست نہیں کہ آج تک ہمیں کوئی نشانی اور معجزہ نہیں دکھایا گیا اس لیے ہم ایمان نہیں لاتے بلکہ بیش ازیں بھی اُنھوں نے قُدرتِ خُداوندی کی نشانیاں اور معجزات دیکھے لیکن محض ہٹ دھرمی اور عناد کی وجہ سے اُنھوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اب بھی اگر کوئی معجزہ انھیں دکھایا جائے گا تو یہ اپنے سابقہ دستور کے مُطابق قبولِ حق کے لیے آمادہ نہیں ہوں گے۔ اور ہم بطورِ سزا ان کے دلوں کو حق کی طرف سے پھیر دیں گے اور ان کی آنکھوں سے دیکھنے کی قوّت چھین لی جائے گی۔ پھر وُہ گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں میں بھٹکتے پھریں گے۔

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَآ إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم ۱۴۰؁ اُتارتے اُن کی طرف فرشتے اور باتیں کرنے لگتے اُن سے مُردے (قبروں سے اُٹھ کر) اور ہم جمع کر دیتے

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ

ہر چیز کو ان کے رُوبرو تب بھی وُہ ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ چاہتا اللہ تعالیٰ ۱۴۱؁

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا

لیکن اکثر ان میں سے (بالکل) جاہل ہیں اور اسی طرح بنا دیئے ۱۴۲؁ ہم نے ہر نبی کے لیے دُشمن

۱۴۰؁ کفّارنت نئے مُعجزہ کی فرمائش کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ان سب کی فرمائشیں پُوری کر بھی دی جائیں فرشتے آسمان سے اُتر کر ان کے پاس آکھڑے ہوں۔ مُردے قبروں سے نکل کر ان سے باتیں کرنے لگیں۔ اور ہر چیز ان کے سامنے آموجود ہو تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ ان کے دِلوں میں تلاشِ حق کا جذبہ ہی نہیں۔ ہدایت کی طلب ہی نہیں ایسے لوگوں کا راہِ راست پر آنا ممکن نہیں۔

۱۴۱؁ ہاں ان کے ایمان لانے کی ایک صُورت ہے کہ اُن سے اختیار اور ارادہ کی قوّت سلب کر لی جائے اور انھیں مجبُورِ محض بنا کر ایمان لانے کا حکم دیا جائے۔ لیکن ایسا کرنا منظور نہیں کیونکہ حکمت الٰہی کا یہ منشا نہیں کہ انسان بھی دُوسرے حیوانوں کی طرح عقل وخرد، سوچ بچار، ارادہ واختیار سے یکسر محرُوم ہو کر پابندِ احکام بن جائے۔ لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ انھیں کوئی ایسا مُعجزہ دِکھایا جائے جس کو دیکھنے کے بعد وُہ بے اختیار ہو کر اسلام کو قبُول کر لیں۔

۱۴۲؁ شیاطین سے مُراد ہر سرکش اور نافرمان خواہ انسان ہو یا جنّ۔ والشیطان کل عات متمرد من الانس والجن وھذا قول ابن عباسؓ (کبیر) سرکش انسانوں اور جنّوں کی باہمی وسوسہ اندازی کو وحی کے لفظ سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بڑی رازداری سے ہوتی ہیں وسمی وحیا لانہ انما یکون خفیۃ (قرطبی) زخرف القول کا معنی ہے ملمّع شدہ باتیں جن کی حقیقت کچھ نہ ہو۔ لیکن ظاہر اتنا دلکش اور نظر فریب ہو کہ انسان خود بخود اس کی طرف کھچا چلا جائے۔ عدوّ (واحد) اعداء (جمع) کے معنی میں ہے۔ اس کی متعدّد نظیریں قرآن کریم میں نیز فصحاءِ عرب کے کلام میں ملتی ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔ او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء یہاں طفل جمع کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اسی طرح ابن الانباری نے ایک شعر پڑھا ؎

اذا انا لم انفع صدیقی بودہ فان عدوی لن یضرھم ابغضی (رازی)

شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ

(یعنی) سرکش انسان اور جن جو چپکے چپکے سکھاتے تھے ایک دُوسرے کو خوش نما باتیں

الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

(لوگوں کو) دھوکہ دینے کے لیے اور اگر چاہتا آپ کا رب تو وُہ یہ نہ کرتے سو چھوڑ دیجئے انھیں اور جو وُہ بہتان

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

باندھتے ہیں اور (چھوڑ دیجئے) تاکہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان کے دل جو نہیں ایمان لاتے

بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَغَيْرَ

آخرت پر ۱۴۳ اور تاکہ پسند کریں اسے اور کرتے رہیں جو گناہ وُہ اب کر رہے ہیں (آپ ان سے پوچھئے) کیا

اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ

اللہ کے سوا ۱۴۴ میں تلاش کروں کوئی اور منصف حالانکہ وہی ہے جس نے اُتاری ہے تمھاری طرف کتاب مفصّل

یہاں عدو بمعنی اعداء استعمال ہوا ہے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عدوا شیاطین الانس والجن کی ترکیب کیا ہے بعض نے عدوا کو مبدل منہ بنایا ہے شیاطین الخ کو بدل۔ اور بعض علماء کے نزدیک شیاطین الخ جعلنا کا مفعول اوّل ہے اور عدوا مفعول ثانی ہے۔ آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے۔ اے حبیبؐ! یہ نابکار جو آپ کو تنگ کرتے ہیں بات بات پر اعتراض۔ قدم قدم پر شرارت اور اسلام کو زک پہنچانے کے لیے ہر وقت آپس میں صلاح مشورے کرتے رہتے ہیں اور آپ کی مخالفت پر ایک دُوسرے کو اُکساتے رہتے ہیں یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ قدیم سے یہی دستور چلا آتا ہے اس لیے آپ ان سازشوں کو خاطر میں نہ لائیے اور ان سازشوں کے متعلق فکر نہ کیجئے۔

۱۴۳ یہ جملہ یُوحی کے ساتھ متعلق ہے یعنی باطل کے سربراہ باطل نظریات کو جس دلفریب اور پُرکشش انداز میں پیش کرتے ہیں۔ اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ وُہ لوگ جنھیں قیامت پر ایمان نہیں وُہ ان کے دامِ فریب میں پھنس جائیں اور وہ غلط راستہ جو اُنھوں نے اپنے لیے پسند کر لیا ہے اس پر دوڑتے چلے جائیں۔

۱۴۴ کفار مطالبہ کرتے تھے کہ ہمیں ایسی نشانیاں دکھاؤ جس سے ہم فیصلہ کر سکیں کہ آپ سچے نبی ہیں۔ حضور کریمؐ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ ان سے پُوچھئے کہ کیا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی سچا فیصلہ کرنے والا ہے جس کی طرف رجوع کیا جائے اور اگر

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ

اور جن کو ہم نے دی ہے کتاب وُہ (اچھی طرح) جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) اُتارا گیا ہے آپ کے رب کی طرف سے

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١١٥﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا

حق کے ساتھ۔ تو (اے سُننے والے) ہرگز نہ ہو جانا شک کرنے والوں سے اور مکمل ہو گئی آپ کے رب کی بات سچائی

وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٦﴾ وَاِنْ

اور عدل سے ۱۴۵؎ نہیں کوئی بدلنے والا اس کی باتوں کا اور وُہی ہے سب کچھ سُننے والا جاننے والا اور (اے سننے والے) ۱۴۶؎ اگر

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ

اگر تو اطاعت کرے اکثر لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وُہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے وُہ نہیں

يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١١٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ

پیروی کرتے سوائے گمان کے اور نہیں ہیں وُہ مگر محض تخمینے لگاتے ہیں بے شک آپ کا رب خوب

اللہ کا فیصلہ صحیح تسلیم کرتے ہو تو اُس نے تو قرآن جیسی معجز نما کتاب نازل کر کے میری صداقت کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ مزید اطمینان کی ضرورت ہو تو یہود و نصارٰی سے دریافت کر لو۔ ان کے پاس جو آسمانی کتابیں ہیں اُن میں جگہ جگہ میری نبوّت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی شہادتیں موجود ہیں حَكَمٌ" اور حاکم کا ایک ہی معنی ہے فیصلہ کرنے والا۔ لیکن فرق یہ ہے کہ حاکم ہر فیصلہ کرنے والے کو کہتے ہیں صحیح کرے یا غلط۔ لیکن حکم صرف صحیح فیصلہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔

۱۴۵؎ کلمہ سے مُراد یہاں قرآن حکیم ہے۔ کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وُہ کلمات کثیرہ جو ایک مقصد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کثیر اشعار کا مجموعہ ہے اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہاں قرآن حکیم کی چند صفات بیان کی گئی ہیں وُہ تام یعنی مکمّل ہے۔ اپنے لانے والے کی نبوّت کی مکمّل دلیل ہے جو زندگی کا ضابطہ اس نے پیش کیا ہے اس کا کوئی پہلو نا تمام نہیں۔ دُوسری صفت یہ ہے کہ وُہ سراپا حق و صداقت ہے جو کچھ اس نے بتایا ہے وُہ سچ ہے۔ تیسری صفت یہ ہے کہ جو شرعی احکام اوامر و نواہی قرآن میں ہیں وُہ سرتاپا عدل و انصاف ہیں۔ اور آخری صفت یہ بیان فرمائی کہ اس میں ردّ و بدل نہیں ہو سکتا۔

۱۴۶؎ باطل نظریات کے علمبردار خود نورِ یقین سے محروم ہیں۔ ان کا سارا دار و مدار قیاس و گمان پر ہے۔ ان کے پاس

أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ فَكُلُوْا

جانتا ہے کہ کون بہکتا ہے اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو ۔ تو کھاؤ

مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَمَا

اس میں سے لیا گیا ہے نام خدا جس پر اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو ۱۴۷ اور کیا ہوا

لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ

تمہیں کہ نہیں کھاتے ہو تم اس جانور کو لیا گیا ہے اللہ کا نام جس پر ۱۴۸ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مفصل بیان کر دیا ہے

مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ؕ وَإِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ

تمہارے لیے جو اس نے حرام کیا تم پر مگر وہ چیز کہ تم مجبور ہو جاؤ اس کی طرف اور بے شک بہت سے لوگ گمراہ کرتے ہیں

بِأَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾

اپنی خواہشوں سے بے علمی کے باعث بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ۱۴۹

کوئی ٹھوس اور علمی دلیل نہیں ۔ اگر تم ان کے بہکانے سے بہک گئے اور قرآن کی ان یقینی براہین و دلائل کو نظر انداز کر دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے ۔

۱۴۷ کفار مسلمانوں پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ عجیب لوگ ہیں جس چیز کو اللہ مار دے اسے تو حرام سمجھتے ہیں اور جسے یہ خود ذبح کریں اُسے حلال جانتے ہیں اس کے متعلق فرمایا کہ یہ شیطانی وسوسے ہیں ۔ ان کا یہ کہنا ہی سرے سے غلط ہے کہ جو چیز خود مرے اُس کو خدا نے مارا اور جس کو ذبح کیا جائے اس کو ذبح کرنے والے نے مارا ۔ ہر چیز کا مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ اس طرح تو پھر کوئی چیز بھی حرام نہ ہونی چاہیئے ایسا نہیں بلکہ حلال و حرام کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی لازمی ہے ۔ اپنے ڈھکوسلوں اور قیاس آرائیوں سے کام لینا ایمان کے خلاف ہے ۔ جس حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے وہ حلال ہے اُسے بلا تامل کھاؤ ۔

۱۴۸ جو چیزیں حرام تھیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آگاہ کر دیا ۔ اب یہ کتنی جہالت اور حماقت ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا اسے حرام سمجھا جائے ۔ اور جس جانور کو کلمہ گو اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کرے اس کو نہ کھایا جائے ۔

۱۴۹ اس آیت میں وہ لوگ غور کریں جو اس جانور کو حرام کہتے ہیں جسے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جاتا ہے اور اس وقت

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ

اور ترک کر دو ظاہری گناہ کو اور چھپے ہوئے کو ۱۵۰؎ بے شک وہ لوگ جو کماتے ہیں گناہ (تو) جلدی ہی

سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ

سزا دی جائے گی انھیں (اس گناہ کی) جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے ۱۵۱؎ اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا

اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَ اِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰۤى

اللہ کا نام اس پر ۱۵۲؎ اور اس کا کھانا نافرمانی ہے اور بے شک شیطان ڈالتے ہیں اپنے

کسی غیر کا نام نہیں لیا جاتا اور اس سے مقصد محض کسی بزرگ کو ایصالِ ثواب ہوتا ہے وہ غور کریں کہ کہیں وہ تو اِس آیت کا مصداق نہیں؟

۱۵۰؎ ہر قسم کے گناہوں سے باز آنے کا حکم دیا جا رہا ہے خواہ اُن کا تعلق اعضاءِ جسمانی سے ہو یا دِل سے، خواہ اُن کا ارتکاب مجمع عام میں کیا جائے یا لوگوں سے چھپ کر۔ کیونکہ گناہ اپنی ذات یا سوسائٹی کے حقوق کو پامال کرنے کا نام ہے۔ اور اسلام کسی صورت میں بھی نہ اس کی اجازت دے سکتا ہے اور نہ اسے برداشت کر سکتا ہے۔ ایک پاک معاشرہ تب ہی معرضِ وجود میں آسکتا ہے جب اس کے افراد کے ظاہری اعضاء بھی کسی پر زیادتی نہ کریں اور اُن کے دِل بھی بُرے خیالات سے پاک ہوں۔ اُن کی جلوت اور خلوت دونوں یکساں طور پر پاکیزہ ہوں۔ زمانۂ جاہلیت کے عرب چھپ کر زنا کرنے کو حلال سمجھتے تھے۔ آج بھی یورپ کا جاہلی تمدن گناہ کی اس تفریق کا قانونی طور پر معترف ہے۔ اسلام جس معاشرہ کی تشکیل کے لیے کوشاں ہے وہاں گناہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ جلوت وخلوت یکساں طاہر، ظاہر وباطن دونوں پاک۔

۱۵۱؎ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان جمادات کی طرح بے اختیار و بے ارادہ نہیں۔ بلکہ اس کے افعال اس کے اختیار و ارادہ سے صادر ہوتے ہیں۔ اِسی لیے اس کے اعمال کے متعلق اس سے باز پُرس ہوگی۔ لیکن اس کا یہ اختیار اور ارادہ اسے اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں کر دیتا۔ یہ ارادہ اسی کا عطا فرمودہ ہے۔

۱۵۲؎ پہلی آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام مت کہو۔ اِس آیت میں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال مت سمجھو۔ وہ جانور جو خود مر گیا وہ بھی حرام ہے اور جسے ذبح کیا گیا لیکن دانستہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا یا اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام بھی لے دیا گیا تو وہ بھی حرام ہے۔

أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۚ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝١٢١ ع ١٤ / ١١

دوستوں کے دلوں میں (اعتراضات) تاکہ وُہ تم سے جھگڑیں۔ اور اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم مشرک ہو جاؤ گے ۱۵۳

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُۥ نُورًا يَمْشِى بِهِۦ فِى

کیا وُہ جو (پہلے) مُردہ تھا ۱۵۴ پھر زندہ کیا ہم نے اُسے اور بنا دیا اس کے لیے نور چلتا ہے جس کے اُجالے میں لوگوں

ٱلنَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُۥ فِى ٱلظُّلُمَٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ

کے درمیان وُہ اُس جیسا ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں پڑا ہو نہیں نکلنے والا ان سے۔ یُونہی

زُيِّنَ لِلْكَٰفِرِينَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝١٢٢ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِى كُلِّ

آراستہ کر دیئے گئے کافروں کے لیے وُہ اعمال جو وُہ کیا کرتے تھے اور اسی طرح ہم نے بنایا ۱۵۵ ہر بستی

قَرْيَةٍ أَكَٰبِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا۟ فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ

میں اس کے بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم تاکہ وُہ مکر و فریب کیا کریں اس میں۔ اور نہیں فریب دیتے مگر اپنے آپ کو

۱۵۳ اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ کی حرام کی ہُوئی چیزوں کو حلال یقین کرتا ہے وُہ مشرک ہو جاتا ہے فدلت الاٰیۃ علیٰ ان من استحل شیئًا مما حرم اللہ تعالیٰ صار بہ مشرکا (قرطبی) حضرت صدر الافاضل رقم طراز ہیں "کیونکہ دینِ الٰہی میں حکمِ الٰہی کو چھوڑنا اور دُوسرے کے حکم کو ماننا اور اللہ کے سوا دُوسرے کو حاکم قرار دینا شرک ہے۔" (خزائن العرفان)

۱۵۴ اس آیت میں موت سے مُراد کفر و جہالت ہے اور زندگی سے مُراد ہدایت اور علم ہے اور نور سے مُراد قرآنِ حکیم ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وُہ اِنسان جو پہلے کفر و جہالت کی موت مر چکا ہو اسے اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم سے ہدایت اور عِلم کی زندگی مرحمت فرمائے اور دُنیا کے اس ظلمت کدہ میں اس کے پاس قرآن کی روشن شمع ہو جس کی روشنی میں وُہ اپنی منزلِ مقصُود کی طرف بڑھا چلا جا رہا ہو۔ کیا اس خوش نصیب کے ساتھ وُہ بدنصیب برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے جو گمراہی کی تہ در تہ ظلمتوں میں حیران و سرگردان ہو اور ان سے باہر نِکلنے کا کوئی راستہ اسے نہ مِل رہا ہو۔

۱۵۵ مجرمیھا مفعُول اوّل ہے جعلنا کا اور اکابر مفعول ثانی ہے۔ مکّہ کے رئیس اور سردار حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے خلاف نت نئی شرارت اُٹھاتے۔ کبھی کوئی الزام کبھی کوئی بہتان۔ مقصد یہ ہوتا کہ لوگ آپ سے متنفّر رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مُصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو فرماتے ہیں کہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ شہر کے چودھری اور رئیس اپنے اثر و رسُوخ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى

اور وہ (اس بات کو) نہیں سمجھتے اور جب آئے ان کے پاس ۱۵۶؎ کوئی نشانی کہتے ہیں ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک

نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

ہمیں بھی ویسا ہی نہ دیا جائے جیسے دیا گیا اللہ کے رسولوں کو ۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے (اس دل کو) جہاں وہ رکھتا ہے

وقف لازم وقف منزل

رِسٰلَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ

اپنی رسالت کو عنقریب پہنچے گی جنھوں نے جرم کیے ذلت ۱۵۷؎ اللہ کے ہاں اور عذاب

شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ

سخت بوجہ ان مکروں کے جو وہ کیا کرتے تھے اور جس (خوش نصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے اللہ کہ ہدایت دے اسے تو کشادہ کر دیتا ہے

بحال رکھنے کے لیے پیغمبروں کے خلاف الزامات لگاتے چلے آئے ہیں اور لوگوں کو انبیا سے دور رکھنے کے لیے سارے جتن کرتے رہے ہیں ۔ اور وہ اپنی نادانی کے باعث اس چیز کو نہ سمجھ سکے کہ وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں ۔

۱۵۶؎ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو مکہ کا رئیس ولید بن مغیرہ کہنے لگا ۔ لَوْ كَانَتِ النُّبُوَّةُ حَقًّا لَكُنْتُ اَوْلٰى بِهَا مِنْكَ لِاَنِّيْ اَكْبَرُ مِنْكَ سِنًّا وَّاَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا (قرطبی) یعنی اگر نبوت کی کچھ حقیقت ہوتی تو میں آپ سے نبوت کا زیادہ مستحق تھا میں عمر میں آپ سے بڑا ہوں اور مالدار بھی آپ سے زیادہ ہوں اور ابو جہل وغیرہ متکبر کہتے کہ ہم سنی سنائی بات پر ایمان لانے والے نہیں ہم تو تب مانیں گے کہ جس طرح ان پر وحی نازل ہوتی ہے اسی طرح وحی ہم پر بھی نازل ہو ۔ اللہ تعالیٰ ان کے ردّ میں فرماتا ہے کہ میں ہی بہتر جانتا ہوں کہ کونسا دل اس نورِ نبوت کو برداشت کر سکتا ہے اور کس میں اس بارِ گراں کے اٹھانے کی ہمت ہے ۔ مال و دولت اور جاہ و منزلت اور کبر سنی نبی بننے کا کوئی معیار نہیں ۔

۱۵۷؎ تاریخ شاہد ہے کہ جن مغروروں نے حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے توبہ نہ کی ان کی ساری عظمت خاک میں مل گئی اور وہ ذلیل و خوار ہو گئے ۔ اور قیامت کے دن جو عذاب انھیں دیا جائے گا اس کا تو ابھی وہ تصور بھی نہیں کر سکتے ۔

صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ وَمَنۡ یُّرِدۡ اَنۡ یُّضِلَّهٗ یَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَیِّقًا

اس کا سینہ اسلام کے لیے ۱۵۸ اور جس (بدنصیب) کے لیے ارادہ فرماتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے تو بنا دیتا ہے اس کے سینہ کو

حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ یَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ

تنگ بہت تنگ ۱۵۹ گویا وُہ زبردستی چڑھ رہا ہے آسمان کی طرف اسی طرح ڈال دیتا ہے اللہ تعالیٰ ناپاکی

عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسۡتَقِیۡمًا ؕ قَدۡ

ان پر جو ایمان نہیں لاتے ۱۶۰ اور یہ ہے راستہ آپ کے رب کا (بالکل) سیدھا ہم نے

۱۵۸ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی کو ہدایت عطا فرما دے تو اس کے سینہ کو قبولِ حق کے لیے کُشادہ کر دیتا ہے وُہ اپنے دل میں حق کی طرف رغبت اور آمادگی محسوس کرتا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم سے کسی نے دریافت کیا کیف الشرح یارسُول اللہ! شرح صدر کی کیا کیفیت ہے۔ تو حضورؐ نے فرمایا اَلۡاِنَابَةُ اِلٰی دَارِ الۡخُلُوۡدِ وَالتَّجَافِیۡ عَنۡ دَارِ الۡغُرُوۡرِ وَالۡاِسۡتِعۡدَادُ لِلۡمَوۡتِ قَبۡلَ لِقَاءِ الۡمَوۡتِ۔ انسان آخرت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اس دُنیا سے اُس کا دل متنفّر ہو جاتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے وُہ موت کے لیے مکمل تیاری کر لیتا ہے۔ (روح)

۱۵۹ حضرت فارُوقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے لفظ "حرج" کی تحقیق کے لیے بنی کنانہ کے ایک شخص کو بلایا اور اُس سے پُوچھا اے جوان حَرَجَة کس کو کہتے ہیں۔ قَالَ اَلۡحَرَجَةُ فِیۡنَا الشَّجَرَةُ تَكُوۡنُ بَیۡنَ الۡاَشۡجَارِ الَّتِیۡ لَا تَصِلُ اِلَیۡهَا رَاعِیَةٌ وَّلَا وَحۡشِیَّةٌ وَّلَا شَیۡءٌ۔ اس نے کہا حرجة ہمارے ہاں اُس درخت کو کہتے ہیں جو گھنے درختوں کے جھنڈ میں ہوتا ہے جہاں کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ یہ سُن کر حضرت فارُوقؓ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ قَلۡبُ الۡمُنَافِقِ لَا یَصِلُ اِلَیۡهِ شَیۡءٌ مِّنَ الۡخَیۡرِ۔ منافق کا دل بھی ایسا ہی ہوتا ہے وہاں کوئی بھلائی نہیں پہنچ سکتی (رُوح) "حرجا" کا معنی ہے بہت تنگ قال الزجاج اضیق الضیق مقصد یہ ہے کہ جب کسی کی پیہم سرکشیوں کے باعث اللہ تعالیٰ کی نظرِ عنایت اس کی طرف سے پھر جاتی ہے تو قبولِ حق سے اس کا دل بہت تنگ ہو جاتا ہے۔ حق کو تسلیم کرنے کا تصوّر کرتے ہی اس کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو جاتی ہے جیسے کسی انسان کو آسمان کی طرف چڑھنے پر مجبُور کیا جائے جس طرح اُس کا سانس پھُول جاتا ہے۔ اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور ایک بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اسی طرح اس بدنصیب کا حال ہوتا ہے۔

۱۶۰ رجس۔ پلیدی اور ناپاکی۔ جو لوگ ایمان نہیں لاتے بطور سزا ان پر ناپاکی مسلّط کر دی جاتی ہے۔

فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ

کھول کر بیان کر دی ہیں دلیلیں ان لوگوں کے لیے جو نصیحت قبول کرتے ہیں ان کے لیے سلامتی کا گھر ہے ان کے رب کے ہاں

وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ج

اور وہی ان کا دوست ہے بسبب ان نیک اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے۔ اور جس دن جمع کرے گا اللہ تعالیٰ ان سب کو (اور فرمائے گا)

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ج وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ

اے جنوں کے گروہ! بہت گمراہ کیا تم نے انسانوں کو اور کہیں گے ان کے دوست

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ

انسانوں میں سے اے ہمارے رب! ١٦١ فائدہ اُٹھایا ہم نے ایک دُوسرے سے اور پہنچ گئے ہم اپنی اس میعاد کو جو

اَجَّلْتَ لَنَا ط قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط

تُو نے ہمارے لیے مقرر کی تھی اللہ فرمائے گا ١٦٢ آگ تمھارا ٹھکانا ہے ہمیشہ رہو گے اس میں مگر جسے اللہ تعالیٰ ١٦٣ (نجات دینا) چاہے

١٦١ ۔ جب مجرموں کو اپنے جرائم کے انکار کی مجال نہ رہے گی تو وُہ اعترافِ جرم کرتے ہُوئے کہیں گے کہ ہم (جنّ وانس) ایک دُوسرے سے خوب لُطف اندوز ہُوئے اور ساری عُمر غفلت و نافرمانی میں برباد کر کے اب تیری جناب میں حاضر ہُوتے ہیں۔ جنّوں نے تو انسانوں سے یہ لُطف اُٹھایا کہ یہ اُنھیں بہکاتے گئے اور اِنسان بہکتے گئے۔ وُہ دام بچھاتے گئے یہ اس میں پھنستے گئے۔ اور انسانوں نے جنّوں سے یہ لُطف اُٹھایا کہ زنا، شراب، قتل و غارت وغیرہ سب گھناؤنے گناہ ان کی نگاہ میں بہت دِلکش بن گئے اور اُنھوں نے متاعِ عقل و خرد کو طاقِ نسیاں پر رکھ دیا۔ ہر چند وموعظت سے کان بہرے کر دیئے اور خُوب دادِ عیش دی۔

١٦٢ ۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم نے مُہلت کے قیمتی لمحے میری نافرمانی میں ضائع کر دیئے۔ اب دوزخ تمھارے لیے تیار ہے تمھیں اس میں ہمیشہ رہنا ہو گا۔

١٦٣ ۔ حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ اِستثناء اہلِ ایمان کے لیے ہے اور ما بمعنی مَن ہے وقال ابن عباس الاستثناء لاهل الايمان فما على هذا بمعنى "مَن"۔ (قرطبی)

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿١٢٩﴾ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ

بے شک آپ کا رب بڑا دانا سب کچھ جاننے والا ہے اور یونہی ۱۶۴؎ ہم مسلط کرتے ہیں بعض ظالموں کو

بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٣٠﴾ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ أَلَمْ

بعض پر بوجہ ان (کرتوتوں) کے جو وہ کرتے رہتے تھے اے گروہ جنوں اور انسانوں کے! کیا نہیں

يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُونَكُمْ

آئے تمہارے پاس رسول تم ہی میں سے سناتے تھے تمہیں ہماری آیتیں اور ڈراتے تھے تمہیں تمہاری

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنفُسِنَا ۖ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ

اس دن کی ملاقات سے ۱۶۵؎ کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں اپنے خلاف اور دھوکہ میں مبتلا کیا تھا انہیں دنیوی

۱۶۴؎ بعض نے "نُوَلِّی" کا معنی کیا ہے کہ دوزخ میں ظالموں کو اپنے اپنے گناہوں کی مناسبت سے دوزخ کے ایک درجہ میں اکٹھا کر دیں گے۔ لیکن علامہ قرطبی نے "نولی" کا معنی "نسلط" کیا ہے۔ یہاں دھمکی دی جارہی ہے کہ اگر ظالم تائب نہ ہوئے اور ظلم و تعدی سے باز نہ آئے تو ان پر اور ظالم مسلط کر دیئے جائیں گے جو ان کو ذلیل و خوار اور تباہ و برباد کر دیں گے۔ نسلط بعض الظلمة علی بعض فیھلکه ویذله۔ (قرطبی)

حضرت فضیل بن عیاض فرماتے ہیں کہ جب تو ایک ظالم کو دوسرے ظالم سے انتقام لیتا ہوا دیکھے تو پھر ٹھیر جا اور تعجب سے یہ تماشا دیکھ۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اِذَا رَضِیَ اللّٰهُ عَنْ قَوْمٍ وَلّٰی اَمْرَهُمْ خِیَارَهُمْ وَاِذَا سَخِطَ اللّٰهُ عَلٰی قَوْمٍ وَلّٰی اَمْرَهُمْ شِرَارَهُمْ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر خوش ہوتا ہے تو نیک آدمیوں کو ان کا حاکم بنا دیتا ہے۔ اور جب کسی قوم پر ناراض ہوتا ہے تو برے لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو ظالم کی اعانت کرے گا اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس پر مسلط کر دے گا۔ مَنْ اَعَانَ ظَالِمًا سَلَّطَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ۔

۱۶۵؎ قیامت کا دن بہت طویل ہوگا اور اس میں مختلف حالات پیش آئیں گے۔ جب کفار مومنین کے انعام و اکرام اور عزت و منزلت دیکھیں گے تو اپنے کفر و شرک سے منکر ہو جائیں گے۔ اور اس خیال سے کہ شاید مکر جانے سے کچھ کام بنے یہ کہیں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی خدا کی قسم ہم مشرک نہ تھے۔ اس وقت ان کے مونہوں پر مہریں لگا دی جائیں گی اور ان کے اعضاء ان کے کفر و شرک کی گواہی دیں گے۔ اسی کی نسبت اس آیت میں ارشاد ہوا وشھدوا علی انفسھم انھم کانوا کافرین (خزائن العرفان)

الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾ ذٰلِكَ

زندگی نے اور گواہی دیں گے اپنے خلاف کہ وُہ کفر کرتے رہے تھے یہ اس لیے

اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿١٣٢﴾

کہ نہیں ہے آپ کا ربّ ہلاک کرنے والا بستیوں کو ظلم سے ۱۶۶؎ اس حال میں کہ ان کے باشندے بے خبر ہوں

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٣﴾

اور ہر ایک کے لیے درجے ہیں اُن کے عمل کے مطابق اور نہیں ہے آپ کا رب بے خبر اس سے جو وُہ کرتے ہیں

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ

اور آپ کا پروردگار غنی ہے رحمت والا ہے ۱۶۷؎ اگر چاہے تو لے جائے (تباہ کر دے) تمھیں اور تمھاری جگہ لے آئے

۱۶۶؎ جب کوئی بستی گمراہ ہو جاتی ہے اور فسق وفجور میں منہمک ہو جاتی ہے تو اچانک اس پر عذاب نازل نہیں کیا جاتا بلکہ سُنّتِ الٰہی یہ ہے پہلے ان کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام سُنانے والے بھیجے جاتے ہیں جو ان کو سمجھاتے ہیں۔ اور اس گمراہی اور بدکاری سے باز آجانے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اگر پھر بھی وُہ گمراہی اور کجروی پر بضد رہیں تو عذاب نازل ہوتا ہے جو اُنھیں نیست ونابود کر دیتا ہے۔

۱۶۷؎ شاید کوئی کم فہم اس غلطی میں مُبتلا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ جو ہمیں اپنی طرف اتنی کوشش سے بُلا رہا ہے رسول بھیجے جا رہے ہیں۔ کتابیں نازل کی جا رہی ہیں معجزات کا سلسلہ جاری ہے تو شاید اس کی کبریائی کا دارومدار اور اس کی خُدائی اور بادشاہی کا انحصار ہم پر ہے۔ اگر ہم نے اسے اپنا رب تسلیم کر لیا تو اُس کی خدائی قائم رہے گی۔ اور اگر اس کو ماننے سے انکار کر دیا تو اس کی عظمت وکبریائی میں فرق آجائے گا چنانچہ اس کا ازالہ کر دیا کہ وُہ غنی ہے۔ اسے کسی کی حاجت نہیں۔ ہر چیز اُس کی محتاج ہے۔ ہاں اُس کی رحمت بے پایاں اور اس کی شفقت بے نہایت ہے اس کا تقاضا ہے کہ تمھیں ہلاکت کے گڑھے سے بچایا جائے اور تم میں جو صلاحیتیں ہیں اُن کی نشوونما کے لیے ایسی شریعت عطا کی جائے جس پر عمل پیرا ہونے سے انسان اپنا اصلی مقام پہچان سکے۔

بَعۡدِكُمۡ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّيَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِيۡنَ ؕ﴿۱۳۴﴾ اِنَّ مَا

تمھارے بعد جسے چاہے ۱۶۸؁ جیسے پیدا کیا تمھیں دُوسری قوم کی اولاد سے بے شک جس کا

تُوۡعَدُوۡنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنۡتُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۱۳۵﴾ قُلۡ يٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا

تم سے وعدہ کیا گیا ہے ۱۶۹؁ ضرور آنے والا ہے اور نہیں ہو تم (اللہ کو) عاجز کرنے والے ۔ آپ فرمائیے اے میری قوم! تم عمل کیے جاؤ

عَلٰى مَكَانَتِكُمۡ اِنِّىۡ عَامِلٌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ مَنۡ تَكُوۡنُ لَهٗ

اپنی جگہ پر میں اپنا کام کرنے والا ہوں ۱۷۰؁ تو تم جان لوگے کہ کس کے لیے ہوتا ہے اچھا انجام اس

عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۳۶﴾ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ

دُنیا کے گھر کا بے شک فلاح نہیں پاتے ظلم کرنے والے اور انھوں نے بنا رکھا ہے ۱۷۱؁ اللہ کے لیے اس سے

۱۶۸؁ اور اگر وُہ چاہے تو تمھیں مٹا ڈالے اور تمھارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے ۔ اور جس طرح تمھارے باپ دادا کے یہاں سے رُخصت ہونے کے بعد تمھیں ان کا قائم مقام کر دیا اور دُنیا کے سارے کاروبار جُوں کے تُوں چلتے رہے اسی طرح وُہ قادرِ مطلق تمھارا جانشین کسی اور قوم کو بنا دے گا اور دُنیا کی رونق میں کوئی کمی نہیں آئے گی ۔

۱۶۹؁ یعنی قیامت آکر رہے گی ۔

۱۷۰؁ آپ فرمائیے اے کفّار! اگر تم دینِ اسلام قبول نہیں کرتے اور اپنے شرک و کفر سے چمٹے رہنے پر بضد ہو تو تمھاری مرضی ۔ تم اپنا کام کرتے رہو میں اپنا فرض ادا کرتا رہوں گا اور موت کے تلخ گھونٹ سے جب تمھارا یہ خمار اُترے گا تو تمھیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ کس کی دُنیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوا اور کس کا بُرا ۔ "عاقبة الدار" کی وضاحت کرتے ہُوئے علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ تقدیرِ کلام یُوں ہے العاقبة الحسنی التی خلق اللہ تعالٰی ھذہ الدار لھا ۔ (کشاف) اور لفظ دار سے مُراد دارِ دُنیا ہے نہ دارِ آخرت ۔ والمراد بالدار الدنیا لا دار السلام ۔ (روح)

۱۷۱؁ یہاں مُشرکینِ عرب کی حماقت اور جہالت کا ایک اور بیّن ثبُوت پیش کیا جا رہا ہے کہ وُہ کھیت جن کو اللہ تعالٰی نے اُگایا ہے اور وُہ مویشی جن کو اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ہے ان میں سے کچھ حصّہ اللہ کے نام پر نکالتے ۔ اور اسے غریبوں، مسکینوں اور مہمانوں کے لیے خرچ کرتے اور کچھ بُتوں کے نام کا حصّہ نکالتے تھے اور اسے ان کے پُجاریوں پر صرف کرتے تھے ۔ یہ بھی کچھ کم حماقت نہ تھی کہ اللہ تعالٰی کے حصّہ کی طرح جو ہر چیز کا خالق ہے ان بے جان بُتوں کا بھی حصّہ نکالا جائے لیکن اس سے بھی بڑھ کر حماقت یہ تھی کہ اگر اللہ تعالٰی کے حصّہ کا پھل زیادہ ہوتا یا جانور موٹا تازہ ہوتا تو اُسے بُتوں

مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ

جو پیدا فرماتا ہے فصلوں اور مویشیوں سے مقررہ حصّہ اور کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے ان کے خیال میں اور

هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ

یہ ہمارے شریکوں کے لیے۔ تو وُہ (حصّہ) جو ہو ان کے شریکوں کے لیے تو وُہ نہیں پہنچتا اللہ تعالیٰ کو اور

مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

جو (حصّہ) ہو اللہ تعالیٰ کے لیے تو وُہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کو۔ کیا ہی بُرا فیصلہ کرتے ہیں

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ

اور یونہی خوش نما بنا دیا ہے بہت سے مشرکوں کے لیے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو ان کے شریکوں نے

لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

تاکہ ہلاک کر دیں انھیں اور مشتبہ کر دیں اُن پر اُن کا دین ۱۷۲ اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ تو ایسا

کے نام منتقل کر دیتے۔ اور اگر بُتوں کا حصّہ اچھا ہوتا تو اُسے اللہ تعالیٰ کے نام منتقل نہ کرتے۔ ساء مایحکمون سے یہ بتایا کہ ان کی جہالت اور حماقت کا کیا ٹھکانا کہ جو مالک اور خالق ہے اس کے حصّہ میں تو آئے ردّی چیز اور جن کا کوئی عمل دخل نہیں اُن کو ملے عمدہ اور بہترین چیز۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی نادانی ہے۔

۱۷۲۔ یہاں شریکوں سے مُراد وُہ شیاطین (جنّ و انس) ہیں جن کی اطاعت کے شوق میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی معصیت گوارا کرتے تھے اور ایسے قبیح افعال اور جاہلانہ اعمال کے مُرتکب ہوتے تھے جن کو عقلِ صحیح کبھی گوارا نہ کر سکے اور جن کی قباحت میں ادنیٰ درجہ کے آدمی کو بھی تردّد نہ ہو۔ بُت پرستی کی شامت سے وُہ ایسے فسادِ عقل میں مُبتلا ہُوئے کہ حیوانوں سے بدتر ہو گئے۔ اور اولاد جس کے ساتھ ہر جاندار کو فطرۃً محبّت ہوتی ہے۔ شیاطین کے اتباع میں اس کا بے گناہ خُون کرنا اُنھوں نے گوارا کیا اور اس کو اچھا سمجھنے لگے۔ (خزائن العرفان حضرت صدر الافاضل)

فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّ

نہ کرتے ۱۷۳؎ تو چھوڑ دیجئے انھیں اور جو وُہ بہتان باندھتے ہیں اور بولے ۱۷۴؎ یہ مویشی اور

حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

کھیتی رُکی ہوئی ہے کوئی نہیں کھا سکتا انھیں سوائے اس کے جسے ہم چاہیں (یہ بات) اپنے گمان سے (کہتے ہیں) اور بعض مویشی

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ

ہیں، حرام ہیں جن کی پشتیں (سواری کے لیے) اور بعض مویشی ہیں کہ نہیں ذکر کرتے نام خدا ان (کی ذبح) پر (یہ سب محض) افترا ہے اللہ پر

سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ

عنقریب سزا دے گا انھیں جو وُہ بہتان باندھا کرتے تھے اور بولے ۱۷۵؎ جو ان مویشیوں کے شکموں

الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ

میں ہے وُہ نرا ہمارے مردوں کے لیے ہے اور حرام ہے ہماری بیویوں پر اور اگر وُہ

۱۷۳؎ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو راہِ راست پر چلنے کے لیے مجبور کر دیتا۔ لیکن حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار اور ارادہ سے حق کو قبول کرے یا اسے رد کرے۔ اسے مجبورِ محض بنا کر انسانیت کی مسندِ رفیع سے جمادات کی پستی میں پھینک نہ دیا جائے۔

۱۷۴؎ مشرکین اپنی طرف سے باتیں گھڑتے اور پھر انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے اور ان من گھڑت باتوں پر عمل اس طرح کرتے جیسے یہ کوئی بڑا کارِ ثواب ہو۔ مثلاً وُہ کہتے کہ یہ حصّہ جو بُتوں کے لیے مخصوص ہے اس کا عام استعمال حرام ہے۔ اسے صرف وُہی استعمال کر سکتا ہے جسے ہم اجازت دیں۔ مثلاً یہ کہ بُت خانہ کے پجاری یا مرد ہی اسے کھا سکتے ہیں اوروں پر اس کا کھانا حرام ہے۔ اور جو جانور انھوں نے بُتوں کے نام پر چھوڑ رکھے تھے ان پر سوار ہونے کو حرام سمجھتے۔ اور جن جانوروں کو وُہ بُتوں کے نام پر ذبح کرتے ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لینا جائز نہ سمجھتے۔ اور ان من گھڑت خرافات کے متعلق دعویٰ یہ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہے۔

۱۷۵؎ کفار کی منجملہ جہالتوں میں سے ایک مروّجہ جہالت یہ بھی تھی کہ بعض جانوروں (سائبہ اور بحیرہ) کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ان کے پیٹ میں (دُودھ یا بچہ) جو کچھ ہے اس کا استعمال مردوں کے لیے حلال ہے اور عورتوں کے لیے

مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ

مرا ہوا (پیدا) ہو تو پھر وہ سب (مرد و زن) اس میں حصّہ دار ہیں۔ اللہ جلدی بدلہ دے گا انھیں ان کے اس بیان کا۔ بے شک وہ حکمت والا

عَلِيمٌ ﴿١٤٠﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا أَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

علم والا ہے یقیناً نقصان اُٹھایا جنھوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو حماقت سے بغیر جانے ۱۷۶

وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللَّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللَّهِ ۚ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا

اور حرام کر دیا جو رزق دیا تھا انھیں اللہ نے بہتان باندھ کر اللہ تعالیٰ پر بے شک وہ گمراہ ہو گئے اور نہ تھے وہ

مُهْتَدِينَ ﴿١٤١﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ ع ١٦ ٣

ہدایت پانے والے اور وہ وہی ہے جس نے پیدا کیے ہیں ۱۷۷ باغات کچھ چھپروں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بغیر اس کے

وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا

اور کھجور اور کھیتی الگ الگ ہیں کھانے کی چیزیں ان کی اور زیتون اور انار (جو شکل میں) ایک جیسے

حرام اور اگر اسی جانور کے شکم سے مُردہ بچّہ پیدا ہو تو وہ مردوں اور عورتوں سب کے لیے حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عنقریب انھیں ان خرافات کی سزا دی جائے گی۔

۱۷۶ اس آیت سے صاف واضح ہو گیا کہ اپنے وہم و گمان سے قانون بنانا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھنا انسان کے لیے تباہی و بربادی کا باعث ہے۔

۱۷۷ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ کا اندازہ لگانا چاہو تو عالمِ نباتات میں ہی غور کرو۔ یہ مختلف قسم کے لذیذ پھل، یہ اُونچے اُونچے کھجور کے درخت، یہ لہلہاتے ہوئے کھیت جن کی اقسام کا شمار نہیں ہو سکتا جو کہیں رنگ اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں تو بُو اور ذائقہ میں الگ الگ ہیں۔ ایک انار کو لیجئے۔ غلاف کے اندر متعدّد خانے ہیں جنھیں ابریشم سے بھی نرم پردوں سے الگ الگ کر دیا گیا ہے۔ ہر خانہ میں عقیق سے بھی زیادہ چمک دار دانے بڑی احتیاط سے لپیٹ کر رکھ دیئے گئے ہیں۔ ہر دانہ اپنے رنگ، ذائقہ میں ایک مکمل وحدت ہے۔ یہ سب کچھ غیر مبہم انداز میں بیان کر رہا ہے کہ ان کو رنگ و بُو اور ذائقہ اور لذت عطا فرمانے والا بہت بڑا حکیم اور قادرِ مطلق ہے۔

وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ

اور (ذائقہ میں) مختلف۔ کھاؤ اس کے پھل سے جب وُہ پھلدار ہو اور ادا کرو اس کا حق ۱۷۸ جس دن

حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ

وُہ کٹے اور فضول خرچی نہ کرو ۱۷۹ بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا فضول خرچی کرنے والوں کو۔ اور (پیدا فرمائے بعض مویشی ۱۸۰

حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ

بوجھ اُٹھانے والے اور بعض زمین پر لٹا کر ذبح کرنے کے لیے۔ کھاؤ اس میں سے جو رزق دیا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ نے اور نہ پیروی کرو

۱۷۸؎ بعض علماء کا خیال ہے کہ اس سے مُراد عشر ہے۔ یعنی جو کھیتی وغیرہ بارش سے سیراب ہو اُس کا دسواں حصّہ اور جس کی نہر یا کنوئیں وغیرہ سے آبپاشی ہو اُس کا بیسواں حصّہ (جس کی تفصیل کتبِ فقہ میں مذکور ہے) اور بعض نے یہ فرمایا کہ یہ آیت مکّہ مکرّمہ میں نازل ہوئی۔ اس لیے اس آیت سے نفلی صدقہ مُراد ہے۔ ویرید به ما کان یتصدق به یوم الحصاد لا الزّکوٰة المقدرة لانها فرضت بالمدینه والاٰیة مکیة وقبل الزکاة والاٰیة مدنیّة (بیضاوی)

۱۷۹؎ اسراف اور فضول خرچی ہر طرح کی ممنوع ہے۔ چنانچہ علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ فقراء اور مساکین کو دیتے وقت بھی میانہ روی کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور ایسا نہ کرے کہ ہر چیز لٹا کر خود دوسروں کا دستِ نگر ہو جائے۔ تو جب اسلام نے کارِ خیر میں فضول خرچی سے منع کیا ہے تو دُوسرے کاموں میں فضول خرچی کو کب برداشت کیا جائے گا۔

۱۸۰؎ عالمِ نباتات میں اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی آیاتِ بیّنات کا ملاحظہ کرانے کے بعد اب حق کے متلاشی کی توجہ مختلف حیوانات کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ حمولة سے مُراد وُہ بڑے بڑے جانور ہیں جو سواری اور بوجھ لادنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ہاتھی، گھوڑے، اُونٹ وغیرہ اور فرش سے مُراد وُہ جانور ہیں جنھیں فرش پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت کھایا جاتا ہے یا دُودھ دوہا جاتا ہے۔ وقال ابن زید الحمولة ما یرکب والفرش ما یؤکل لحمه ویحلب (قرطبی) ہر جانور کی شکل وصُورت، قدوقامت، خوراک اور عادات بالکل جُدا جُدا ہیں۔ اپنی بے پناہ قوت اور اُجڈپن کے باوجُود انھیں انسان کا مطیع بنا دیا گیا ہے تاکہ وُہ اس کا سامان اُٹھا کر دُور دراز کی مُسافتوں تک لے جائیں۔ اور اس کی ہر طرح کی خدمت بجا لائیں۔

الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ

شیطان کے قدموں کی بے شک وُہ تمہارا کھلا دُشمن ہے (پیدا فرمائے) ۱۸۱؎ آٹھ جوڑے بھیڑ سے

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

دو (نر و مادہ) اور بکری سے دو (نر و مادہ) آپ پُوچھئے کیا دونوں نر ۱۸۲؎ حرام کیے ہیں یا دونوں مادائیں

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

یا جسے لیے ہوتے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں کے رِحم بتاؤ مجھے علم کے ساتھ اگر ہو تم

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

سچّے اور اُونٹ سے دو (نر و مادہ) اور گائے سے دو (نر و مادہ) آپ پُوچھئے

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

کیا دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادہ یا جسے لیے ہُوئے ہیں (اپنے اندر) دو ماداؤں

۱۸۱؎ یہ فعل مُضمر انشا کا مفعُول ہے اور اخفش کے نزدیک یہ حمولۃ کا بدل ہے اور اِس لیے منصُوب ہے اور بعض نے "کلوا" مُضمر کا اسے مفعول بنایا ہے (قرطبی) ضان بھیڑ کو کہتے ہیں جن پر اُون ہوتی ہے۔ ذوات الصوف من الغنم یہ جمع ہے اور اس کا واحد ضائن ہے اور مؤنث ضائنۃ ہے اور بعض کے نزدیک الضان ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد نہیں اور معز بکری وھی ذوات الاشعار من الغنم۔ یہ جمع ہے اور اس کا واحد ماعز ہے۔ اور اس کا مؤنّث ماعزۃ ہے۔ (قرطبی)

۱۸۲؎ جانوروں کی حِلّت و حُرمت کے متعلّق کفّارِ عرب میں جو جاہلانہ طریقہ رائج تھا اس کا بطلان کیا جا رہا ہے اور ان سے دریافت کیا جا رہا ہے کہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے ان میں حُرمت آئی کہاں سے؟ کیا اِس لیے انھیں حرام سمجھتے ہو کہ وُہ نر ہیں یا اِس لیے کہ وُہ مادہ ہیں۔ اگر یہ وجہ ہے تو پھر تمام نر یا تمام مادائیں حرام ہونی چاہئیں۔ بعض نروں کو حلال اور بعض کو حرام، بعض ماداؤں کو حلال اور بعض کو حرام قرار دینا کہاں کی عقل مندی ہے اور یا ان کی حرمت کی وجہ یہ ہے کہ وُہ ماؤں کے شِکموں میں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر نر اور مادہ کی تخصیص بھی بیکار ہوئی۔ پھر تو ہر جانور حرام ہونا چاہیئے خواہ نر ہو یا مادہ۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک شکمِ مادر میں رہا ہے۔ اور اگر ان کو حرام کرنے کی کوئی دلیل تمھارے

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ

کے رِحم ۔ کیا تم تھے موجود جب وصیت کی تمہیں اللہ نے اس بات کی تو اس شخص سے زیادہ ظالم

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کون ہے جو بہتان باندھے اللہ تعالیٰ پر جھوٹا تاکہ گمراہ کرے لوگوں کو اپنی جہالت سے بے شک اللہ تعالیٰ

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ ع قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِىْ مَاۤ اُوْحِىَ اِلَىَّ ۱۷ ع

ہدایت نہیں دیتا اس قوم کو جو ظالم ہے آپ فرمائیے میں نہیں پاتا ۱۸۳ اس (کتاب) میں جو وحی کی گئی

مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا

ہے میری طرف کوئی چیز حرام کھانے والے پر جو کھاتا ہے اسے مگر یہ کہ مُردار ہو یا (رگوں کا) بہتا ہوا خون

پاس نہیں تو پھر یہ کتنا ظلم ہے کہ جن جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے حلال بنایا ہے تم بغیر کسی دلیل کے ان کو حرام بناتے ہو۔

۱۸۳ے اس آیت کا مضمون بارہا پہلے گزر چکا۔ اس لیے قارئین مزید وضاحت کے لیے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۳ کے حاشیہ کی طرف رجوع کریں۔ البتہ یہاں ایک چیز وضاحت طلب ہے۔ وہ یہ کہ ظاہر آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان چار چیزوں کو حرام فرمایا ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز حرام نہیں۔ حالانکہ ان کے علاوہ کثیر التعداد ایسی چیزیں ہیں جو حرام ہیں مثلاً شراب، درندے وغیرہ۔ اس ضمن میں مفسّرین کرام نے بڑی طویل بحثیں کی ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ یہ آیت جمہور کے نزدیک مکّی ہے اور دوسری اشیاء کی حرمت مدینہ طیّبہ میں نازل ہوئی۔ تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اس وقت تک جو وحی ہوئی ہے اس میں صرف ان چار چیزوں کی حرمت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا اور مناسب اوقات پر حکمِ الٰہی سے اور چیزیں حرام ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ہر داڑھ سے چیر کر کھانے والے جانور اور پنجوں سے نوچ کر کھانے والے پرندے کو حرام کر دیا۔ واکل کل ذی ناب من السباع حرام (حدیث) ونھی عن اکل کل ذی مخلب من الطیر۔ (مسلم) چنانچہ علامہ قرطبی اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے منجملہ دوسرے اقوال کے یہ بھی لکھتے ہیں:۔ ای لا اجد فی ما اوحی ای فی ھذہ الحال حال الوحی ووقت نزولہ ثم لا یمتنع حدوث وحی بعد ذلک بتحریم اشیاء اخر۔ (قرطبی)

اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

یا سؤر کا گوشت کیونکہ وُہ سخت گندہ ہے یا جو نافرمانی کا باعث ہو (یعنی) وُہ جانور جس پر ذبح کے وقت بلند کیا جائے غیر خدا کا نام ۱۸۴ پھر جو

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۶﴾ وَعَلَى

شخص لاچار ہو جائے نہ نافرمانی کرنے والا ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو (حدِ ضرورت سے) تو بے شک آپ کا رب بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے اور

الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ

ان لوگوں پر جو یہودی بنے تھے ہم نے حرام کر دیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری سے ہم نے

حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ

حرام کی ان پر دونوں (گائے بکری) کی چربی مگر جو اُٹھا رکھی ہو اُن کی پُشتوں یا آنتوں نے

اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۷﴾

یا جو ملی ہُوئی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہم نے سزا دی تھی انھیں بسبب ان کی سرکشی کے ۱۸۵ اور یقیناً ہم سچے ہیں

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ

پھر اگر وُہ جھٹلائیں آپ کو ۱۸۶ تو آپ فرمائیے تمہارا پروردگار کشادہ رحمت والا ہے اور نہیں ٹالا جا سکتا اس کا عذاب

۱۸۴ آیت کے اس حصہ کی مکمل تشریح کے لیے مُلاحظہ فرمائیے ضیاء القرآن سُورہ النحل کی آیت ۱۱۵۔

۱۸۵ کسی چیز کو حرام کرنے کی دو وجہیں ہوتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وُہ چیز جسمانی یا رُوحانی طور پر مُضر ہوتی ہے اور لوگوں کو اس کے اثراتِ بد سے بچانے کے لیے اس کا استعمال ممنوع قرار دے دیا جاتا ہے جس طرح وُہ چیزیں جن کا ذکر پہلی آیت میں گزرا یا بطورِ سزا کسی شخص یا قوم کو ایک چیز کے استعمال سے روک دیا جاتا ہے یہاں اسی قسم کی چیزوں کا ذکر ہو رہا ہے جو یہود پر بطورِ سزا حرام کر دی گئی تھیں۔ چنانچہ آیت کے یہ کلمات "ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ" صراحۃً بتا رہے ہیں۔

۱۸۶ جب نبی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور متعدد معجزات اور آیاتِ بیّنات سے اپنی صداقت کو روزِ روشن کی طرح ان پر عیاں کر دیا۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس کے بعد جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب پر ایمان نہ لاتا اسے فوراً ہلاک کر دیا جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کے طفیل یہ اب تک محفوظ چلے آتے ہیں اگر انھوں

عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ

اس قوم سے جو جرائم پیشہ ہو۔ اب کہیں گے جنھوں نے شرک کیا اگر چاہتا اللہ تعالےٰ

مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ

تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام کرتے کسی چیز کو ۱۸۷؎ ایسا ہی جھٹلایا تھا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ

اُنھوں نے جو اُن سے پہلے تھے۔ یہاں تک کہ چکھا اُنھوں نے ہمارا عذاب۔ آپ فرمایئے کیا تمھارے پاس کوئی

نے ان مُہلت کے لمحوں سے بھی فائدہ نہ اُٹھایا اور کجروی سے باز نہ آئے تو انجام کار اللہ تعالیٰ کی گرفت ان کو ہلاک کر کے رکھ دے گی۔ اس وقت کوئی ان کو عذابِ خُداوندی سے بچا نہ سکے گا۔

۱۸۷؎ سابقہ آیات میں کفّار کے عقائدِ باطلہ کی تردید کی گئی۔ نیز اشیاء کی حلّت و حُرمت کے متعلق ان کی جاہلانہ رسموں کی خرابیوں کو ظاہر فرمایا گیا۔ اَب اِن آیات میں ان کے ایک شبہ کا ازالہ کیا جا رہا ہے۔ وُہ شبہ یہ تھا کہ ہم اور ہمارے آباؤ اجداد مدّت ہائے دراز سے شرک کرتے چلے آئے ہیں۔ اور جانوروں کی حلّت و حُرمت کے متعلق اس قانون کے پابند رہے ہیں۔ اگر یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتیں تو وُہ کبھی ایسا نہ کرسکتے۔ ان کا یُوں کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرک وغیرہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ چنانچہ دُوسری آیت میں ان کا یہ شُبہ بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے واذا فعلوا فاحشۃ قالوا وجدنا علیہ آباءنا واللہ امرنا بھا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء تقولون علی اللہ ما لا تعلمون (۷ : ۲۷) اللہ تعالیٰ شبہ کا ازالہ بُرہان فعلی سے کرتے ہیں کہ اگر تمھاری یہ بات درست ہوتی کہ تمھارے شرک اور تحلیل و تحریم کے اِس رواج کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی سند حاصل ہے تو چاہیئے یہ تھا کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا پیہم لطف و کرم ہوتا۔ حالانکہ تم سے پہلے جنھوں نے اس گمراہی کو اپنایا ان پر غضب الٰہی ہُوا اور صفحۂ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔ تم خود غور کرو۔ ایسی سنگین سزا مجرموں اور نافرمانوں کو دی جاتی ہے یا اطاعت شعاروں اور فرماں برداروں کو۔ بعض علماء نے کفّار کے اِس شبہ کی تقریر دُوسری طرح کی ہے یعنی کفّار کہیں گے کہ ہم تو بے اختیار اور مجبور تھے۔ اللہ کی مشیّت ہی یہی تھی کہ ہم کفر و شرک کے مرتکب ہوں۔ ہماری کیا مجال تھی کہ اس کی مشیّت کی خلاف ورزی کرتے۔ چنانچہ سُورہ النحل میں اُنھوں نے اپنے مجبورِ محض ہونے کا صراحۃً اعتراف بھی کیا ہے۔ وقال الذین اشرکوا لوشاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شیٔ (۱۶ : ۳۵) اور سورۃ الزخرف میں ہے وقالوا لوشاء الرحمٰن ما عبدناھم۔

عِلۡمٍ فَتُخۡرِجُوۡهُ لَنَا ؕ اِنۡ تَتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا

علم ہے تو نکالو اسے ہمارے لیے ۱۸۸ تم نہیں پیروی کرتے مگر نرے گمان کی اور نہیں ہو تم مگر

تَخۡرُصُوۡنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلۡ فَلِلّٰهِ الۡحُجَّةُ الۡبَالِغَةُ ۚ فَلَوۡ شَآءَ لَهَدٰىكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۵۰﴾

اٹکلیں مارتے ہو آپ فرمایئے اللہ ہی کے لیے کامل دلیل ہے ۱۸۹ سو اگر وہ چاہتا تو ہدایت فرماتا تم سب کو ۱۹۰

قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ يَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ

آپ فرمایئے لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں ۱۹۱ کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسے

۱۸۸ اے میرے رسولؐ! آپ ان سے پوچھیے کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو اس کے متعلق اگر تمہارے پاس کوئی علمی دلیل یا قابلِ اعتماد سند ہے تو پیش کرو۔ باری تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی دلیل اور سند نہیں جو ان کے خرافات کی اساس ہو۔ ان کے عقائد کا یہ ڈھانچہ صرف وہم و گمان اور ظن و تخمین کی پیداوار ہے۔

۱۸۹ یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں قبولِ حق کے لیے مجبور نہیں کرتا بلکہ دلیل و حجت سے تمہیں دعوت دیتا ہے کہ تم حق اور صداقت کو قبول کرو اور اس نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ تم اپنی مرضی سے چاہے تو حق کو قبول کرو چاہے باطل کو اپنا لو۔

۱۹۰ یعنی اس کی قدرت سے کیا بعید تھا کہ وہ تم میں برائی اور گمراہی کی استعداد ہی نہ رکھتا تم اپنی سرشت کے لحاظ سے فرشتوں کی طرح صرف عبادت اور اطاعت ہی کرتے۔ یا تم ارادہ اور شعور سے محروم پیدا کیے جاتے اور بلا ارادہ اور غیر شعوری طور پر تم سے نیکیاں سرزد ہوتیں لیکن حکمتِ الٰہی کا تقاضا یہ تھا کہ انسان شجر و حجر کی طرح مجبورِ محض بھی نہ ہو اور فرشتوں کی طرح فطری اعتبار سے فقط نیک اور پاکباز ہی نہ ہو بلکہ تمام سابقہ تخلیقات سے ایک انوکھی چیز ہو۔ استعداد اور صلاحیت کے لحاظ سے نیکی اور برائی دونوں اس سے سرزد ہو سکتی ہوں اور شعور و ارادہ کے اعتبار سے اسے مکمل آزادی ہو کہ جو راستہ چاہے اسے منتخب کرلے۔

۱۹۱ اے حبیبؐ! انہیں فرماؤ کہ اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرنے کا کوئی گواہ ہے تو اسے میدان میں لے آؤ۔ جب تمہارے پاس کوئی گواہ ہی نہیں ہے تو پھر ان بے سروپا خرافات سے چمٹے رہنے پر کیوں بے جا ضد کر رہے ہو۔ ہلم کا لفظ اہلِ حجاز کے نزدیک واحد، جمع، مذکر اور مؤنث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ویستوی فیه الواحد والجماعة والذکر والانثیٰ عند اهل الحجاز (قرطبی)

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا

پھر اگر وُہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں ۱۹۲؎ تو آپؐ گواہی دیجئے ان کے ساتھ اور نہ تم پیروی کرنا اُن کی خواہشوں کی جنھوں نے جھٹلایا

بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾ ۱۸ ع ۵

ہماری آیتوں کو اور جو نہیں ایمان لاتے آخرت پر اور وُہ اپنے ربّ کے ساتھ (دُوسروں کو) برابر ٹھیراتے ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَ

آپ فرمائیے آؤ ۱۹۳؎ میں پڑھ سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمھارے ربّ نے تم پر (وُہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اُس کے ساتھ کسی چیز کو اور

بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ

ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے۔ ہم

نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

رزق دیتے ہیں تمھیں بھی اور انھیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے ۱۹۴؎ جو ظاہر ہوں ان سے اور جو

۱۹۲؎ یعنی اُن سے شہادت اس لیے طلب نہیں کی جارہی کہ اگر وُہ شہادت دے دیں تو اُس کو تسلیم کرلیا جائے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کے دانشمند اور دیانتدار طبقہ کو ان کی جاہلانہ رسموں کی بے ہُودگی پر آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ جب ان سے ان رسوم کی صداقت کے لیے شہادت طلب کی جائے گی تو شہادت دینے سے پہلے احساسِ ذمّہ داری کا ثبوت دیتے ہُوئے وُہ ان اُمور میں بڑی سنجیدگی سے غوروفکر کریں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان پر ان چیزوں کی بے ہُودگی آشکار ہوجائے گی اور وُہ ان سے خود بخود باز آجائیں گے۔ لیکن اگر انھوں نے شرافت و دیانت سے اپنا رشتہ توڑ ہی لیا ہے اور ایک غلط اور باطل چیز کی جان بوجھ کر شہادت دینے پر تُلے ہُوتے ہیں تو اُن کی شہادت آپ کے لیے حجّت نہیں۔

۱۹۳؎ ان آیات کے متعلق حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات محکمات ہیں اور ان میں آسمانی ہدایت کے وُہ اصول بیان کیے گئے ہیں جو تمام شریعتوں میں مشترک ہیں۔ تمام انبیاء نے ان احکام پر عمل پیرا ہونے کا اپنی اُمتوں کو حکم دیا۔ اس آیت میں مندرجہ ذیل اُمور کو حرام کیا گیا ہے۔ (۱) شرک (۲) ماں باپ سے بدسلوکی (۳) فقر و تنگدستی کی وجہ سے اولاد کو قتل کردینا (۴) ہر قسم کی بے حیائی کے کام خواہ لوگوں کے سامنے کیے جائیں یا چھپ کر (۵) کسی کو ناحق قتل کرنا۔

۱۹۴؎ فواحش اُن اعمال اور اقوال کو کہتے ہیں جو حد درجہ قبیح ہوں۔ الفاحشة ما عظم قبحه من الافعال والاقوال (مفردات)

بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ

چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے یہ ہیں وُہ باتیں

وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥٢﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا

حکم دیا ہے تمہیں ۱۹۵؎ اللہ نے جن کا۔ تاکہ تم (حقیقت کو) سمجھو۔ اور مت قریب جاؤ ۱۹۶؎ یتیم کے مال کے مگر

بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۚ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ

اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو۔ یہاں تک کہ وُہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پُورا کرو ۱۹۷؎ ناپ اور تول

بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ

انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے برابر۔ اور جب کبھی بات کہو تو انصاف کی کہو

یہاں کسی ایک بُرائی سے منع نہیں کیا گیا بلکہ فواحش جمع کا لفظ ذکر کر کے ہر قسم کی قولی اور فعلی بُرائیوں کے ارتکاب سے نہیں بلکہ ان کے قریب تک بھٹکنے سے منع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام وُہ چیزیں جو دل میں گناہوں کی تحریک پیدا کرتی ہیں مثلاً فحش گانے، ننگی تصویریں اور غلیظ لٹریچر سب سے دُور رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور ماظہر منہا وما بطن کے کلمات سے اس حکم کو اور وسیع کر دیا کہ فواحش کا ارتکاب ظاہر اور باطن، جلوت اور خلوت میں ممنوع ہے۔

۱۹۵؎ مذکورہ بالا احکام کی اہمیت کو جتانے کے لیے فرمایا کہ یہ وُہ مہتم بالشّان قوانین ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہمارے اور سب کے رب نے تمہیں دیا ہے۔

۱۹۶؎ ابھی احکامات کا سلسلہ شروع ہے۔ اس آیت میں یتیموں کے مال خرد بُرد کرنے سے منع کیا اور حکم دیا کہ اُن کو اس طرح کاروبار میں لگاؤ جس سے یتیم کو فائدہ ہو اور ان کا اس طرح نظم ونسق کرو کہ وُہ ضائع نہ ہو جائیں۔ اور جب وُہ صاحبِ عقل وفہم ہو جائیں تو ان کے اموال ان کے حوالہ کر دو۔ "اشد" سے مراد صرف بلوغ نہیں بلکہ بلوغ اور مال کو صحیح استعمال کرنے کی سُوجھ بوجھ دونوں مُراد ہیں۔ کیونکہ اگر بالغ ہوتے ہی اس کا مال اس کے حوالہ کر دیا تو وُہ اپنی ناسمجھی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے اس کو برباد کر دے گا۔ فلو مکن الیتیم من مالہ قبل حصول المعرفۃ وبعد حصول القوۃ لاذھبہ فی شھواتہ وبقی صعلوکا لا مال لہ (قرطبی) اور حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی حد پچیس سال ہے۔

۱۹۷؎ کاروبار میں انتہائی دیانت داری اور راست بازی کا حکم دیا جا رہا ہے۔

لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اگرچہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا ۱۹۸ اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو ۱۹۹ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے تمھیں تاکہ

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا

تم نصیحت قبول کرو اور بے شک یہ ہے میرا راستہ سیدھا ۲۰۰ سو اس کی پیروی کرو اور نہ پیروی کرو

السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور راستوں کی (ورنہ) وہ جدا کر دیں گے تمھیں اللہ کے راستہ سے ۔ یہ ہیں وہ باتیں حکم دیا ہے تمھیں جن کا تاکہ تم

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ

متقی بن جاؤ پھر ۲۰۱ عطا فرمائی ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب تاکہ پوری کر دیں نعمت ان پر جو نیک عمل کرتے ہیں

۱۹۸ عدل وانصاف کی تاکید بلیغ کی جا رہی ہے کہ خواہ تمہارے قریبی رشتہ داروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو میزانِ عدل میں جھکاؤ رونما نہ ہو۔

۱۹۹ اسلام قبول کرتے وقت انسان جس کامل اطاعتِ خداوندی کا پختہ وعدہ کرتا ہے اس کو پوری طرح نباہنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ مذکورہ بالا دو آیتوں میں زندگی بسر کرنے کے جو لازوال اصول بیان ہوئے ہیں مسلمانوں نے جب تک ان اصولوں کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا اور سچے دل سے اُن پر کاربند رہے تو ان کی سروری کا ڈنکہ چار دانگِ عالم میں بجتا رہا۔ اور جب سے ہم نے ان حیات بخش اصولوں سے بے اعتنائی برتنی شروع کی اس وقت سے زوال وادبار کا چکر شروع ہوا۔ خدا معلوم کب ہماری چشمِ ہوش کھلے گی۔ اور وہ روزِ سعید کب طلوع ہو گا جب ہم قرآنی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر شاہراہِ ترقی پر گامزن ہوں گے۔

۲۰۰ حضور کریمؐ کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریمؐ کی فرماں برداری ہی وہ اساس محکم ہے جس پر اتحادِ ملت کا ایوان تعمیر ہو سکتا ہے اور جب بھی یہ اساس متزلزل ہو گئی۔ اس کے بعد ملت کے انتشار کو دور کرنے کی کوئی اُمید باقی نہیں رہے گی۔ ذرا غور فرمائیے ملت کے وہ بہی خواہ اور خیر اندیش جن کی ساری علمی قوتیں اور عملی کاوشیں سنتِ نبویؐ کو مٹانے پر صرف ہو رہی ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ملت کی کتنی بڑی بدخواہی کر رہے ہیں۔

۲۰۱ ثمّ عاطفہ ہے اور اس کا عطف وصّاکم پر ہے کیونکہ ان امور کی وصیت ہر اُمت کو اس کے نبی کے ذریعہ کی گئی ہے اس لیے یہاں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وصیت تو اب کی جا رہی ہے۔ اور تورات کو نازل ہوئے صدیاں گزر چکی ہیں۔ حالانکہ ثمّ تراخی کے لیے ہوتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے اولادِ آدم! پہلے تمھیں ان ہدایات پر عمل پیرا ہونے

وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ

اور تاکہ تفصیل ہو جائے ہر چیز کی   اور (یہ کتاب) باعثِ ہدایت و رحمت ہے   تاکہ وُہ اپنے رب سے ملاقات کرنے

يُؤْمِنُونَ ﴿١٥٥﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ ١٩ ع ٤ ٦

پر ایمان لائیں ۲۰۲؎   اور یہ (قرآن) کتاب ہے ۲۰۳؎ ہم نے اتارا ہے اِسے، بابرکت ہے سو پیروی کرو اس کی اور ڈرو (اللہ سے) تاکہ

تُرْحَمُوْنَ ﴿١٥٦﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ

تم پر رحم کیا جائے (ہم نے اسے اُتارا ہے) تاکہ یہ نہ کہو کہ اُتاری گئی تھی   کتاب   تو صرف دو گروہوں پر   ہم سے

قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿١٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ

پہلے ۲۰۴؎   اور ہم   تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے   یا یہ نہ کہو ۲۰۵؎   کہ   اگر

کی نصیحت کی گئی اَور اس پر مزید کرم یہ فرمایا کہ تورات جیسی مفصّل کتاب نازل کی تاکہ جادۂ حق پر چلنے کا شوق رکھنے والوں پر اپنی نعمت کا اتمام کریں۔

۲۰۲؎ تورات نازل کرنے کا مقصدِ اعلیٰ یہ تھا کہ لوگوں کا یہ عقیدہ اَور پختہ ہو جائے کہ ہمیں ایک روز اس سارے سازوسامان کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے جہاں ہم سے ہمارے تمام اعمال کا محاسبہ کیا جائے گا۔

۲۰۳؎ اس سے مُراد قرآنِ حکیم ہے۔

۲۰۴؎ یہاں خطاب مشرکینِ عرب سے ہے۔ اُنھیں فرمایا جا رہا ہے کہ تمھاری ہدایت کے لیے یہ بے نظیر کتاب نازل کی گئی ہے تاکہ قیامت کے روز تم اپنی گمراہی اَور ضلالت کے لیے یہ عُذر نہ پیش کرو کہ ہمارے لیے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کتاب نازل ہی نہیں کی گئی تھی جسے پڑھ کر ہم شرک وکفر سے تائب ہوتے اور توحید کو قبول کرتے۔ اَور یہود و نصاریٰ پر بے شک کتابیں نازل ہوئیں لیکن ہم ان کو پڑھنے سے قاصر تھے اس لیے اگر ہم ایمان نہیں لائے تو ہم معذور تھے۔ طائفتین سے مُراد یہود و نصاریٰ ہیں۔

۲۰۵؎ اس کا عطف سابقہ جُملہ پر ہے یعنی اگر قرآنِ حکیم تمھاری طرف نازل نہ کیا جاتا تو تم بڑی شیخی بگھارتے اَور کہتے جس طرح یہود و نصاریٰ کو کتابیں دی گئیں اُسی طرح اگر ہمیں بھی کوئی کتاب دی جاتی تو دُنیا دیکھتی کہ ہم اس کو کس طرح سینہ سے لگاتے۔ کس طرح اس کی ہدایت کے مُطابق عمل کرتے۔ لو اَب وُہ کتاب آ گئی ہے جو روشن دلائل پر مشتمل ہے۔ جو سراپا ہدایت اور مجسّم رحمت ہے۔ اب اس پر عمل کر دکھاؤ۔

أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ

اُتاری گئی ہوتی ہم پر کتاب تو ہوتے ہم زیادہ ہدایت پانے والے ان سے بے شک آگئی ہے تمھارے پاس روشن

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ

دلیل اپنے رب کی طرف سے اور سراسر ہدایت اور رحمت تو کون زیادہ ظالم ہے اس سے ۲۰۶ جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا

کی آیتوں کو اور منہ پھیرا ان سے عنقریب ہم سزا دیں گے انھیں جو منہ موڑتے ہیں ہماری آیتوں سے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿١٥٨﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ

بُرے عذاب سے اس وجہ سے کہ وہ منہ پھیرا کرتے تھے کس کی انتظار کر رہے ہیں ۲۰۷ بجز اس کے کہ

تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ

آئیں ان کے پاس فرشتے یا خود آئے آپ کا رب یا آئے کوئی نشانی آپ کے رب کی (لیکن) جس روز

۲۰۶ تمھاری صرف یہی کوتاہی نہیں کہ تم خود اس کتاب پر ایمان نہیں لائے بلکہ اُلٹا تم دوسروں کو بھی ایمان لانے سے روکتے ہو۔ تم خود ہی بتاؤ تم سے بڑا ظالم اور زیاں کار اور کون ہے؟

۲۰۷ ان کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے اور گمراہی کے ظلمت کدہ سے باہر نکالنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنا جلیل القدر رسول ﷺ مبعوث فرمایا۔ اس پر قرآن جیسی بے مثل کتاب نازل کی۔ طرح طرح کے معجزات سے اس کی صداقت کو آشکارا کیا۔ اس کے باوجود اگر وہ اسلام نہیں لاتے اور حق کو قبول نہیں کرتے تو کیا وہ اس انتظار میں ہیں کہ موت کا فرشتہ آئے اور ان کی روح قبض کرلے۔ یا قیامت قائم ہو جائے اور خود اللہ تعالیٰ کرسیِ عدالت پر تشریف فرما ہو یا کوئی ایسی نشانی ظاہر ہو جس کے بعد وہ ایمان لانے پر مجبور ہو جائیں۔ اگر واقعی ان چیزوں میں سے کسی کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا یہ انتظار لغو ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کے ظہور کے بعد وہ ایمان لے بھی آئے تو وہ قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ پھر اگر انھوں نے توبہ کی بھی تو وہ منظور نہ ہوگی۔ کیونکہ ایمان تو وہ مقبول ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی زبان پر یقین کرتے ہوئے لایا جائے جب سب پردے اُٹھ جائیں گے اور غیب شہادت میں بدل جائے گا تو اُس وقت کا ایمان معتبر نہ ہوگا کیونکہ اُس نے اپنی آنکھ اور کان پر تو اعتماد کیا اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد نہ مانا۔

يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

آئے گی کوئی نشانی آپ کے رب کی تو نہ نفع دے گا کسی کو اس کا ایمان لانا جو نہیں ایمان لا

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْۤ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ

چکا تھا اس سے پہلے یا نہ کی تھی اپنے ایمان کے ساتھ کوئی نیکی۔ آپ (انھیں)

انْتَظِرُوْۤا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ

فرمائیے تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کر رہے ہیں بے شک وہ جنھوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں ۲۰۸ اور

كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى

ہو گئے کئی گروہ (اے محبوب!) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ۔ ان کا معاملہ صرف اللہ ہی کے

اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

حوالے ہے پھر وہ بتائے گا انھیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے جو کوئی لائے گا ایک نیکی ۲۰۹

فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا

تو اس کے لیے دس ہوں گی اس کی مانند اور جو کوئی کرے گا ایک برائی تو نہ بدلہ ملے گا اسے مگر اس (ایک برائی)

۲۰۸ اس سے پہلے دین کے غیر متبدل اصولوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ اس کی پیروی کرو۔ اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ورنہ تمھاری یکجہتی ختم ہو جائے گی تمھارا شیرازہ منتشر ہو جائے گا۔ اب اس آیت میں ان لوگوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے جو اپنی خود پسندی کے باعث دین کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں کوشاں ہیں۔ انھیں صاف صاف بتا دیا کہ ان سے اللہ کا رسول ﷺ بری ہے اور اس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اور جن کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ کا کوئی تعلق نہ ہو ان کا اسلام سے کیا تعلق باقی رہے گا۔

۲۰۹ کیا شان بندہ پروری ہے!

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْۤ اِلٰى

کے برابر اور اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ آپ فرمائیے بے شک مجھے پہنچا دیا ہے میرے رب نے

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ

سیدھی راہ تک ۲۱۰ یعنی دین مستحکم (جو) ملّتِ ابراہیم ہے جو باطل سے ہٹ کر صرف حق کی طرف مائل تھے

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦٢﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَ

اور نہیں تھے وہ مشرکوں سے آپ فرمائیے بے شک میری نماز اور میری قربانیاں ۲۱۱ اور

مَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٣﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ

میرا جینا اور میرا مرنا (سب) اللہ کے لیے ہے جو رب ہے سارے جہانوں کا۔ نہیں کوئی شریک اس کا اور

بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ

مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۲۱۲ آپ فرمائیے کیا اللہ کے سوا

۲۱۰ اے عرب کے بُت پرستو! تم چاہو کسی کو اپنا معبود بناؤ۔ اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاؤ اور فسق و فجور کا بازار گرم کرو۔ میرا تم سے کوئی سروکار نہیں۔ میں تو ثابت قدمی سے توحید اور پاکبازی کی اُسی راہ پر گامزن رہوں گا جو مجھے میرے مالک نے دکھا دی ہے۔ اور یہ کوئی نئی راہ نہیں ہے بلکہ اسی موحّدِ اعظم حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی راہ ہے جس کی اولاد ہونے پر تم فخر کرتے ہو جس کے بنائے ہُوئے کعبہ کی خدمت گذاری سے تمہاری ساری عظمتیں وابستہ ہیں۔ وُہ شرک سے بیزار اور توحید کے پرستار تھے۔ تو میں توحید کو چھوڑ کر شرک کیسے اختیار کر سکتا ہُوں۔

۲۱۱ حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا حاصل اور توحید کا سب سے اُونچا مرتبہ یہ ہے جہاں انسان کھڑا ہو کر یہ اعلان کرتا ہے کہ میری سجدہ ریزیوں کا مقصد اور میری ہر طرح کی نیاز مندیوں اور عبادتوں کا مدعا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ میری زندگی اور میری موت صرف اسی کی رضا جوئی کے لیے ہے۔ میں اس کے ہر حکم کے سامنے سرافگندہ ہوں اور اس کے ہر فیصلہ پر راضی۔ اس کا کوئی شریک نہیں نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں۔ النسك في هذه الآية جميع اعمال الطاعات (قرطبی) آیت میں لفظ نسك سے مراد ہر قسم کے نیک اعمال ہیں۔ قربانی بھی اس میں داخل ہے۔

۲۱۲ حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سب سے پہلے مُسلم ہونے کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اپنی اُمّت میں سب سے پہلے

أَبْغِي رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

میں تلاش کروں کوئی اور رب۔ حالانکہ وُہ رب ہے ہر چیز کا ۲۱۳ اور نہیں کماتا کوئی شخص (کوئی چیز) مگر وُہ اسی

إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم

کے ذمّہ ہوتی ہے اور نہ اُٹھائے گا کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دُوسرے کا بوجھ پھر اپنے رب کی طرف ہی تمھیں

مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٦٥﴾ وَهُوَ

لَوٹ کر جانا ہے تو وُہ بتائے گا تمھیں جس میں تم اِختلاف کیا کرتے تھے اور وُہی ہے

آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیّت پر اِیمان لائے اور آپ کے بعد آپ کی اُمّت آپ کی دعوت سے اِس شرف سے مشرّف ہُوئی۔ اور یا اوّلیّت سے مُراد اوّلیّتِ حقیقیہ ہے کہ سب مخلُوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ کی توحید کا عرفانِ اتم ہمارے آقا و مولا محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا۔ کیونکہ ہر چیز سے پہلے حضورؐ کے نُور کی تخلیق ہُوئی اور سب سے پہلے حضورؐ نے ہی اپنے رب کی توحید کی شہادت دی۔ قال قتادہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال کنت اول الانبیاء فی الخلق وآخرھم فی البعث (قرطبی) یعنی قتادہ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اِرشاد فرمایا کہ میری تخلیق تمام انبیاء سے پہلے ہوئی اور بعثت سب کے بعد۔ انه اول الخلق اجمع (قرطبی) یعنی حضورؐ کی پیدائش سب مخلُوق سے پہلے ہُوئی۔ اور مولانا عثمانی نے بھی اِسی قول کو پسند فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: "عموماً مفسّرین وانا اول المسلمین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس اُمّتِ محمّدیہ کے اِعتبار سے آپ اوّل المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث کنت نبیا وآدم بین الرّوح والجسد (میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم ابھی رُوح وجسد کی درمیانی منزلیں طے کر رہے تھے) کے موافق آپ اوّل الانبیاء ہیں تو اوّل المسلمین ہونے میں کیا شُبہ ہو سکتا ہے (حاشیہ)

۲۱۳ کفّارِ مکّہ حضُور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے بارہا کہا کرتے کہ آپ ہمارا دین قبول کر لیجئے اور ہمارے خداؤں کی پرستش شرُوع کر دیجئے۔ اور اگر دُنیا و آخرت میں آپ کو کوئی گزند پہنچے تو ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبُوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اِرشاد فرماتے ہیں کہ آپ ان احمقوں سے کہیئے تم کتنے بے وقوف ہو۔ کیا میں اس پروردگار کو چھوڑ کر جو میرا بھی رب ہے اور کائنات کی ہر چیز کا بھی خالق و مالک ہے کسی اور کو اپنا رب بنا لوں۔ تمھارا یہ خیال کتنا احمقانہ ہے اور تمھارا یہ کہنا بھی لغو ہے کہ تم میرا بوجھ اُٹھا لو گے۔ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ ہر ایک کو اپنا بوجھ خود اُٹھانا پڑے گا۔ کسی کے بدلے دُوسرا نہیں پکڑا جائے گا۔

الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

جس نے ۲۱۴ بنایا تمھیں (اپنا) خلیفہ زمین میں اور بلند کیا ہے تم میں سے بعض کو بعض پر

دَرَجٰتٍ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖۗ

درجوں میں تاکہ آزمائے تمھیں اس چیز میں جو اُس نے تمھیں عطا فرمائی ہے بے شک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے

وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۵﴾

اور بے شک وُہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے

۲۱۴ جس ربّ کے حضور میں سجدہ ریز ہوں وُہی وُہ مولائے برحق ہے جس نے تمھیں گزری ہُوئی اُمّتوں کا قائم مقام بنایا۔ قوّت، علم، دولت اَور دُوسری باتوں میں بعض کو بعض پر فوقیت دی۔ اور ان ساری سرفرازیوں کا مقصد یہ ہے کہ تمھاری آزمائش کی جائے کہ تم اپنے منعمِ حقیقی کی کس طرح شکرگزاری کرتے ہو۔ اور جو قوت، عزّت، دولت اَور صحت وجوانی اس نے تمھیں عطا فرمائی ہے اس کو کس طرح استعمال کرتے ہو۔ اگر وُہ چاہے تو چشم زدن میں تم کو عذاب میں گرفتار کر دے لیکن اس کی رحمت اور مغفرت بھی بے اندازہ ہے۔ اگر تم عمر بھر نافرمانی اَور سرکشی کرنے کے بعد پشیمان اَور نادم ہو کر اس کے درِ رحمت پر حاضر ہو جاؤ تو وُہ تمھارے عمر بھر کے قصور بخش دے گا اَور اپنی رحمت سے تمھیں مالامال کر دے گا۔